فیضانِ اقبالؒ

شورش کاشمیری

قرآن کریم ایک الہامی کتاب ہے

فورمن کرسچین کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لوکس نے علامہ اقبالؒ سے پوچھا: ''آپ کے نزدیک آپ کے نبی ﷺ پر قرآن کا مفہوم نازل ہوتا تھا' جسے وہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے یا الفاظ بھی نازل ہوتے تھے''؟

علامہ اقبالؒ نے فرمایا: ''میرے نزدیک قرآن کی عبارت عربی زبان میں حضور ﷺ پر نازل ہوتی تھی' قرآن کے مطالب ہی نہیں الفاظ بھی الہامی ہیں''۔

ڈاکٹر لوکس نے کہا: ''میری سمجھ میں نہیں آتا' آپ جیسا عالی دماغ فلسفی الہام لفظی پر کیوں کر اعتقاد رکھتا ہے''؟

علامہ اقبالؒ نے جواب دیا: ''میں اس معاملہ میں کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ مجھے خود اس کا تجربہ ہے۔ میں پیغمبر نہیں' محض شاعر ہوں۔ شعر کہنے کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو بنے بنائے اور ڈھلے ڈھلائے شعر اترنے لگتے ہیں اور میں انہیں بعینہٖ نقل کر لیتا ہوں۔ اگر ایک شاعر پر پورا شعر نازل ہو سکتا ہے تو اس میں تعجب کیا کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن کی پوری عبارت لفظ بہ لفظ نازل ہوتی تھی''۔

(روایت فقیر سید وحید الدین' روزگار فقیر' جلد دوم' صفحات 38 تا 39)

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ

ایوان کارکنان تحریک پاکستان' نظریۂ ملت پارک' 100- شاہراہ قائداعظم' لاہور۔ فون: 99201214-99201213

فیکس: 99202930' ای میل: trust@nazariapak.info' ویب: www.nazariapak.info

فیضانِ اقبالؒ

شورش کاشمیری

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ

کتاب : فیضانِ اقبالؒ

مصنف : شورش کاشمیری

ناشر : نظریۂ پاکستان ٹرسٹ

طابع : نظریۂ پاکستان پرنٹرز

مہتمم اشاعت : رفاقت ریاض

سرِ ورق : مسز شازیہ احمد

نظر ثانی شدہ ایڈیشن : جون 2009ء

کمپوزنگ : نوید انور

تعداد اشاعت : 1000

قیمت : 215 روپے

Published by
Nazaria-i-Pakistan Trust
Aiwan-i-Karkunan-i-Tehreek-i-Pakistan,
Madar-i-Millat Park, 100-Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore.
Ph. 99201213-99201214 Fax. 99202930 E-mail: trust@nazariapak.info
Web: www.nazariapak.info

Printed at: Nazaria-i-Pakistan Printers,
10-Multan Road, Lahore. Ph: 37466975

ابتدائی کلمات

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کی غرض و غایت یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے مقاصد اور اس کیلئے دی جانے والی قربانیوں کو اُجاگر کیا جائے' نظریۂ پاکستان کی ترویج و اشاعت کی جائے اور اہلِ وطن بالخصوص نئی نسل کو پاکستان کی نظریاتی اساس اور عظیم تاریخی و تہذیبی ورثے سے متعلق معلومات فراہم کی جائیں۔ ان مقاصد کے حصول کیلئے نظریۂ پاکستان ٹرسٹ نے وطن عزیز کی نئی نسل کو اپنی سرگرمیوں کا محور و مرکز بنایا ہے کیونکہ ہماری نسلِ نو ہی ہمارے ملک و قوم کا مستقبل ہے اور ان کے فکر و عمل کو علامہ محمد اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے افکار و کردار کے سانچے میں ڈھال کر ہی ہم اپنے مستقبل کو زیادہ روشن اور محفوظ بنا سکتے ہیں۔ اس کے لئے نظریۂ پاکستان ٹرسٹ ایک ہمہ جہت پروگرام پر عمل پیرا ہے جس میں مطبوعات کی اشاعت کا سلسلہ اہم ترین حیثیت کا حامل ہے۔ ان مطبوعات کے ذریعے ہم نئی نسل کو نظریۂ پاکستان، تحریکِ پاکستان اور مشاہیر تحریک پاکستان کے افکار و تصورات کے بارے میں نہایت سادہ زبان میں آگہی فراہم کر رہے ہیں اور ان میں اپنے ملک و قوم کے حوالے سے احساسِ تفاخر پیدا کر رہے ہیں تاکہ وہ مستقبل میں اپنی قومی ذمہ داریوں سے زیادہ احسن انداز میں عہدہ برآ ہو سکیں۔

قائداعظمؒ کی بے لوث اور عہد ساز قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں نے جان و مال اور عزت و آبرو کی بیش بہا قربانیاں پیش کر کے اگرچہ پاکستان تو

حاصل کر لیا مگر ہم اسے قائداعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے افکار کے مطابق اسلامی نظریۂ حیات کا قابلِ تقلید نمونہ نہیں بنا سکے۔ بانیٔ پاکستان کے وصال کے بعد قوم کے نام نہاد قائدین نے ان کے نظریات سے انحراف کو اپنا وطیرہ بنا کر اس ملک کو فوجی و سول آمریتوں کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ کے تصورِ پاکستان اور قائداعظمؒ کی جدوجہد کے باعث اگرچہ ہمیں انگریزوں اور ہندوؤں کے تسلط اور غلبے سے نجات حاصل ہو گئی مگر آج ہم ایک دوسری طرح کی غلامی کے شکنجے میں جکڑے گئے ہیں جس سے نجات کے حصول کے لئے ہمیں ازسرِ نو قائداعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے افکار کی جانب رجوع کرنا ہوگا۔ صرف اسی طرح ہم وطنِ عزیز کو ایک جدید اسلامی، فلاحی اور جمہوری مملکت بنانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

قائداعظمؒ کی زیرِ قیادت تحریکِ پاکستان میں طلباء و طالبات نے ہر محاذ پر مسلم لیگ کے ہراول دستے کا کردار ادا کیا تھا اور ان کی شب و روز جدوجہد کے طفیل برصغیر کا ہر گوشہ ''پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ'' کے روح پرور نعروں سے منور ہو گیا تھا۔ بابائے قوم نے بارہا ان کی خدمات کو سراہا تھا اور ان پر اظہارِ فخر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''یہی ہیں وہ مردانِ عمل جو آئندہ ہماری قوم کی تمناؤں کا بوجھ اٹھائیں گے۔'' مجھے قوی اُمید ہے کہ زیرِ نظر تصنیف کا مطالعہ ہماری نئی نسل میں اس عقابی روح کو بیدار کر دے گا جو تحریکِ پاکستان کا طرّہ امتیاز تھی اور وہ نظریۂ پاکستان کی مبلّغ بن کر پاکستان کو علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصّبات سے رہائی دلا کر وطنِ عزیز کی کشتی ساحلِ مُراد تک پہنچائے گی۔
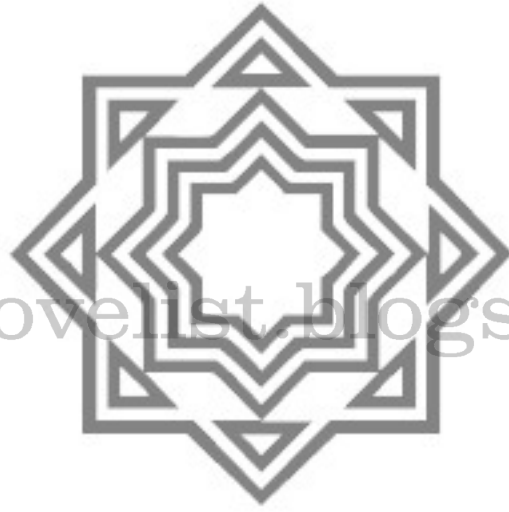
مجید نظامی

(مجید نظامی)

چیئرمین

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر

ابتدائیہ

یہ بات کسی بھی اقبالؒ شناس سے پوشیدہ نہیں کہ علامہ محمد اقبالؒ کی زندگی میں ان کی سیرت، شخصیت، شاعری اور گراں مایہ و تاریخ ساز خدمات کے حوالے سے جس قدر تحقیقی کام ان کی حیاتِ مستعار میں ہوا، اس سے کئی گنا کام ان کی وفات سے لے کر آج تک ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ کام بعض ایسے لوگوں نے سرانجام دیا ہے جو نہایت سطحی اور غیر معیاری ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے بالکل بجا فرمایا ہے۔

""شرح اقبال اور درس اقبالؒ کے اس نظام پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے..... مجھے ان مدرسوں اور اکادمیوں سے بچاؤ جن میں میری "روح" ذبح ہو رہی ہے""۔

حضرت علامہ اقبالؒ کے بارے میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے فرمایا تھا:

""اقبال قرآن کا شاعر ہے اور شاعر کا قرآن ہے""۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ علامہ اقبالؒ کو سمجھنا ہر فرد بشر کا کام ہے اور پھر علامہ اقبالؒ کے بارے میں کتاب لکھنا اس سے بڑا بلکہ جان جھوکوں کا کام ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے خود فرمایا تھا۔ "میرے کلام کا منبع و مآخذ قرآن و سنتؐ ہے۔ کوئی آدمی بھی اس وقت تک میرے کلام کی روح تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کا ان دو مآخذوں پر عبور نہ ہو""۔

آغا شورش کاشمیری ایک سچے عاشقِ رسولؐ تھے جو "روحِ اقبالؒ" کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اُنہوں نے درحقیقت "دریائے اقبالؒ" کو کوزے میں بند کر دیا ہے اور معانی میں آسانی و یکسانی پیدا کرنے کے لیے ان کلمات اور اقتباسات کو موضوع کی مناسبت سے دس حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور یوں پرستارانِ اقبالؒ کے لیے آسانی کا سامان پیدا کر دیا

ہے چنانچہ وہ اپنی مرضی اور سہولت کے ساتھ بہتر طور پر استفادہ کر سکتے ہیں۔

یہ کتاب نہ صرف طلبا اور طالبات کے لیے ایک گراں قدر تحفہ ہے بلکہ اس سے حضرت علامہ اقبالؒ کے عقیدت منداور خوشہ چین بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کی مطبوعات کا بنیادی مقصد پاکستان کی نظریاتی اساس' اس کے عظیم تاریخی اور تہذیبی ورثے سے متعلق معلومات بہم پہنچانا اور حضرت علامہ اقبالؒ اور حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ارفع خیالات اور سنہری کارناموں سے متعلق مستند حوالوں کے ساتھ آگاہی پیدا کرنا ہے۔

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کو پختہ یقین ہے کہ اس طرح ملت اسلامیہ کو مادی اور روحانی بلندیوں تک پہنچایا جاسکتا ہے اور اس جمہوری روح کو ازسرِنو بیدار کیا جاسکتا ہے جو عظیم تحریک پاکستان کا طرۂ امتیاز تھی۔

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ آغا شورش کاشمیری مرحوم و مغفور کے صاحبزادے جناب مسعود شورش کی تہِ دل سے ممنون و احسان مند ہے جنہوں نے ''فیضانِ اقبالؒ'' کی اشاعت کی اجازت دے کر دریا دلی کا ثبوت دیا۔ اللہ رب العزت انہیں جزائے خیر مرحمت فرمائے۔

(مجید نظامی)

آستانۂ اقبال

یہ عجیب اتفاق ہے کہ فکرِ اقبالؒ کے سچے خادم وہ لوگ ثابت ہو رہے ہیں جو نام نہاد اکادمیوں سے متعلق نہیں۔یا ان مدرسوں سے باہر ہیں جہاں کلام اقبالؒ نصاب کا حصہ تو ہے لیکن ان میں تدریس کی حد، جہالت یا تنقیص سے آگے نہیں بڑھتی۔شرح اقبالؒ اور درسِ اقبالؒ کے اس نظام پر جتنا بھی ماتم کیا جائے،کم ہوگا۔سنیئے تو شعرِ اقبالؒ "بمدرسہ کہ برد" کی صدا ہر ہر مدرسے سے اٹھ رہی ہے اور فکرِ اقبالؒ سر پیٹ رہا ہے کہ مجھے ان مدرسوں اور اکادمیوں سے بچاؤ جن میں میری روح ذبح کی جا رہی ہے......افسوس کہ یہ لوگ میرے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ میرے حاشیہء خیال میں بھی کبھی نہیں گزرا۔

اس عالمِ بے امتیازی میں ایک شخص کو خدا نے یہ توفیق دی ہے کہ وہ فکرِ اقبالؒ کا وہ خلاصہ پیش کرے جو روحِ اقبالؒ کے عین مطابق ہو اور جو سیاسی یا دنیوی یا ذاتی غرض سے پاک ہو۔یہ خلاصہ آغا شورش نے تیار کیا ہے۔محاورہ استعمال کرنا ہو تو کہہ دیجیے کہ دریائے اقبالؒ کو کوزے میں بند کر لیا گیا ہے۔اس کا نام شورش نے "فیضانِ اقبالؒ" رکھا ہے اور میں اسے لُبِ لُبابِ اقبالؒ کہتا ہوں۔آغا شورش لکھتے ہیں:

مطالعہ میں آسانی و یکسانی پیدا کرنے کے لیے میں نے ان کلمات و اقتباسات کو موضوع کی مناسبت سے دس حصوں میں تقسیم کیا ہے جیسا کہ ترتیب سے ظاہر ہے۔یہ سارا انتخاب ایک دوسرے سے مربوط ہے۔شروع سے آخر تک افکار میں تنوع ہے لیکن رنگا رنگی کے باوجود ان میں یک رنگی ہے جس سے افکارِ اقبالؒ کی گہرائی و گیرائی کا احساس ہوتا ہے۔

"فیضانِ اقبالؒ" کے مطالب اور اندازِ تدوین کا یہ تعارف خود مرتب کے الفاظ میں ہے اور کافی ہے۔لیکن فیضان کی اہمیت کی اصل وجہ یا بنیاد میرے نزدیک یہ ہے کہ

ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں بڑی کوشش اور محنت سے اصلی اور حقیقی اقبالؒ کو ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اقبالؒ یہاں خود اپنے الفاظ کے آئینے میں جلوہ گر ہے! یہ تزکِ اقبالؒ ہے یا ذہنِ اقبالؒ کی تصویر، اقبالؒ کے موئے قلم سے!

بظاہر یہ کام آسان معلوم ہوتا ہے لیکن آسان نہیں۔ اس کے لیے عشق کی ضرورت ہے۔ عشق اس لیے کہ اس کی بدولت مصنف یا مرتب اپنی ذات کو یکسر نظر انداز کر دیتا ہے اور اپنی توجہ کو کاملاً اپنے موضوع میں جذب کر دیتا ہے۔ آغا شورش نے اس تدوین میں اسی عشق کا اظہار کیا ہے..... اور وہ صرف اسی مجموعے میں ''صاحبِ عشق'' نہیں، بلکہ یہ ان کی سیرت و شخصیت کا عمومی خاصہ ہے۔ انہوں نے جن جن شخصیتوں پر لکھا، محبت سے لکھا، کھل کر لکھا، بھرپور لکھا! اور یہ بھی یاد رہے کہ آغا شورش معمولی شخصیتوں کے سوانح نگار اور معمولی اوصاف کے ستائش گر کبھی نہیں بنے۔ وہ ''معمولیات'' سے متاثر ہی نہیں ہوتے۔ وہ صرف غیر معمولی اور عظیم اشخاص کے غیر معمولی اور عظیم اوصاف پر قلم اٹھاتے ہیں۔ وہ بونے جاپانی درختوں کی تعریف کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ وہ تو قوی ہیکل عظیم اشجار سایہ دار کے وصاف ہیں۔

اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ شورش کے نزدیک عظیم شخص وہ نہیں جسے محض اتفاق یا قوم کی نا اہلیت نے بڑا بنا دیا ہو بلکہ بڑا وہ ہے، جس نے پیکارِ حیات میں مقاصد عظیمہ کے لیے تیغ آزمائی کر کے اپنا سکہ بٹھایا ہو۔

ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

یہی وجہ ہے کہ شورش کا قلم اس پوری صدی کے رجال میں سے دو چار ہی کے لیے اٹھا ہے۔ شورش کے نگار خانۂ ذہن میں عظمت کی صرف چند تصویریں ہیں، درجہ بہ درجہ، اقبالؒ، ابوالکلام ظفر علی خان، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ایک دو اور!

اس ذہن کا مالک ادیب، شدید محبتوں اور واضح نفرتوں کے سہارے ابھرا کرتا ہے۔ شورش کی نفرتیں واضح ہیں اور وہ ان کے اظہار میں سیاہی بھی صرف کرتا ہے لیکن بھرپور پیکر

تراشی وہ صرف ان شخصیتوں کی کرتا ہے، جن سے اسے عشق ہے۔ وہ ان کے چہرے لکھتا ہے، ان کے دامن سے مخالفتوں کے لگائے ہوئے دھبے دھوتا رہتا ہے، ان کے خدوخال اور ان کے لب ولہجہ کو نمایاں کرتا رہتا ہے۔ اسے ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ سب خاص وعام اس کے ہیرو سے محبت کریں اسے پہچانیں، اس کی عظمت کو مانیں اور اس کی اصلی تصویر اور اس کے حقیقی آب ورنگ کو سرمہ نظر بنائیں۔ یہ عشق اسے رواں دواں رکھتا ہے، سرگرم عمل رکھتا ہے!

شورش کم وبیش بیس برس سے اقبالؒ کی عظمتوں کو نمایاں کرنے کے لیے اسی جذبہ سے کام کر رہا ہے اور یہ تازہ کوشش (فیضان ...... دریا بہ حباب اندر) بھی اسی جذبۂ کامل اور سوزِ تمام کی مظہر ہے۔

فیضان کے کلمات واقتباسات تو با اقبالؒ ہیں کہ وہ اقبالؒ کے ہیں۔ ان کے بارے میں، میں لکھوں بھی تو کیا لکھوں! مگر دیباچہ شورش کے قلم سے ہے، جس کے بعض حصے میرے لیے فکر انگیز ثابت ہوئے ہیں۔ ان میں شورش نے مطالعۂ اقبالؒ کی اہمیت، غایت، متوقعات، مشکلات اور راستے کی رکاوٹوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور توجہ دلائی ہے کہ فکرِ اقبالؒ کی اشاعت کا حق ابھی باقی ہے اور ان خطوط کی نشان دہی کی ہے، جن پر مطالعۂ اقبالؒ کی تنظیم ہونی چاہیے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اقبالؒ اپنی زندگی میں احیائے اسلام اور احیائے علومِ اسلامی کے سلسلے میں کچھ آرزوئیں رکھتے تھے، مگر فرصت نہ ملی۔ اب اقبالؒ کے معتقدوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق علامہ کی آرزوؤں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

اصل قصہ یہ ہے کہ حضرت علامہ ہزار خوش بختیوں کے باوجود ایک معاملے میں خوش قسمت نہ تھے۔ یہ بڑی قومی بدنصیبی ہے کہ علامہ کو اچھے دوست اور ناقد میسر نہ آئے۔ بہت سے حضرات جنھیں ان کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہوا، بظاہر فیض سے محروم ہی رہے۔ بعض ایسے تھے جو شب وروز یہ کہتے رہتے تھے کہ اقبالؒ کو ہم نے بنایا ہے، فلاں غزل ہمارے کہنے سے لکھی گئی تھی اور فلاں نظم ہم نے درست کی تھی۔ ان یارانِ بے نصیب نے

اقبالؒ کو سمجھنے کے بجائے اپنا غلغلہ بلند کیا۔ خود چودھری محمد حسین، خدا انھیں بخشے، ہمارے مخدوم تھے، اس مشغلے سے الگ نہ تھے اور یہی حال اکثر حاشیہ نشینوں کا تھا۔

ایک امر یہ بھی مانع رہا کہ علامہ اقبالؒ کے کلام کی سیاسی نوعیت سے تو پورا فائدہ اٹھایا گیا (حسبِ ذوق و حالات ہر ایک نے الگ الگ) لیکن ان کے کلام کے علمی و فکری پس منظر اور نصب العین کی طرف توجہ کم ہوئی۔ اس کا باعث یہ تھا کہ اس کے لیے علم درکار تھا اور یہ متاع، جدید تعلیم کی مہربانی سے کم سے کم دستیاب تھی۔ فکرِ اقبالؒ کا علمی دائرہ بہت وسیع تھا۔ قرآن و حدیث کے علاوہ، جملہ علومِ اسلامی، جملہ ادبیات و فنونِ اسلامی اور ان پر مستزاد، مغرب کا فکر جدید اور اس کے تنوعات سب کے سب اس دائرے میں آتے ہیں۔ اب غور فرمایئے کہ ایسی جامعیت یہاں تھی کہاں؟ کہ اس سے بہرہ ور ہو کر کوئی شخص شرح و تنقید کی ذمے داری سنبھالتا۔

نتیجہ یہ کہ مطالعۂ اقبالؒ جزوی اور علی العموم یک طرفہ رہا۔ کلیّت پر احاطہ کسی کے بس میں نہ تھا۔ اس لیے جزویت ہی کو سب کچھ سمجھ لیا گیا اور چوں کہ اقبالؒ کے اکثر ناقد جدید تعلیم کے حاملین تھے اور علومِ اسلامیہ سے بے بہرہ اس لیے معذوری اور کوتاہی لازماً ظاہر ہے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محض فارسی پڑھ لینے سے، یا خود فارسی کے بغیر بھی، کوئی شخص تنقیدِ اقبالؒ کر سکتا ہے، وہ غلطی پر ہیں۔ اقبالؒ کا کلام، علوم اسلامیہ کا اشاریہ ہے اور اس کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ علامہ خود قدم قدم پر علمی امور میں، علمائے وقت سے طویل اور مسلسل مشاورت کرتے تھے۔ شبہ ہو تو اقبالؒ نامہ (مکاتیبِ اقبالؒ مرتبہ شیخ عطاء اللہ) دیکھ لیجیے۔

یہ بے علمی، جس کا میں ذکر کر رہا ہوں انگریزی نظامِ تعلیم کی لازمی وراثت تھی۔ تعلیم یافتہ لوگ جتھے کی عصبیت میں آکر اسے تسلیم نہیں کرتے، مگر امر واقعہ ہے کہ انگریزی تعلیم مغربی علمی فضا تو کیا پیدا کرتی کہ ہر فضا اپنے لیے خاص سماجی احوال اور روایت کی طلب گار ہوتی ہے، اس نے اس روایت اور فضا کو بھی یکسر ختم کر دیا جس نے ملّا نظام الدین، ملّا بحر العلوم، شاہ ولی اللہؒ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور آخری دور میں شبلی، ابوالکلام، سید سلیمان ندوی اور خود

سرسید کو جنم دیا! اور آخر میں میر حسن کے ذہنی خانوادے سے وہ نابغہ پیدا ہوا جس کا ان صفحات میں ذکر ہو رہا ہے، آزاد کام کرنے والے تو وہی کریں گے، جو ان کی مصلحت ان سے کہے گی۔ اس صورت میں بے راہ روی لازم ہے۔ میں کہتا ہوں اگر مطالعۂ اقبالؒ سچ مچ پورے پاکستان کی ذمے داری ہے، تو فکرِ اقبالؒ کا تحفظ چاہنے والوں کا فرض ہے کہ وہ ایک دبستانِ اقبالؒ کی بنیاد رکھیں، جس میں مطالعۂ اقبالؒ کے لیے تربیت کی جائے اور تربیت عامہ کے لیے ایسی کتابیں لکھی جائیں جو سہل اقبالؒ سے لے کر غایت و نہایت اقبالؒ تک پھیلی ہوں۔

یہ تسلیم ہے کہ اقبالؒ محض شاعر یا حکیم نہ تھے، مستقبل کے لیے ایک عظیم دستور کے واضع بھی تھے اور اس دستور کے اجزا ان کے کلام میں جا بجا منتشر ہیں۔ دبستانِ اقبالؒ کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ ان اجزا کی بنیاد پر ایک فکری اور سیاسی تحریک اٹھائیں۔ اقبالؒ نے جو کام پاکستان سے شروع کیا اس کی انتہا سارے ایشیا کے اسلامی انقلاب سے جا ملتی ہے۔ کم ہمتی کی حد یہ ہے کہ اقبالؒ کی تحریک کا بوجھ پاکستان کے اندر بھی اب اٹھانا مشکل ہو رہا ہے۔ حالاں کہ اسے آگے بڑھ کر سارے ایشیا تک پھیل جانا چاہیے تھا۔ پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق کا پیغام یہی تھا۔ مگر یہاں اب یہ بحث ہے کہ اقبالؒ لینن کا نقال تھا یا مسولینی کا۔ اقبالؒ نے تو یہ کہا تھا کہ روس، اب اسلام کے قریب آ رہا ہے مگر ابھی لا تک پہنچا ہے اور اسے اِلّا کی منزل تک پہنچنا ہے لیکن ادھر یہ غل ہے کہ اقبالؒ اشتراکی لا کا مبلغ تھا۔ گویا اِلّا منزل کی ضرورت ہی نہیں۔

میری رائے میں اقبالؒ کے ہاں دو فکر ایسے ہیں، جو اسے کبھی اشتراکیوں کی صف میں بیٹھنے نہیں دیں گے: ایک عقیدۂ توحید و الہام اور دوسرا جذبۂ عشقِ رسولؐ! اقبالؒ جب ایشیا کی بیداری کے لیے بڑھنا چاہتے ہیں، تو ان کے ہاتھ میں یہی دو شمعیں نظر آتی ہیں۔ مگر جہاں ایسے لوگ بہ کثرت نکل آئیں جو نہ توحید کے قائل ہوں اور نہ شخصیتِ رسولؐ کے قائل ہوں، وہاں اقبالؒ کو اشتراکی کہنے والے اور منکرِ حدیث بتانے والے جتنے بھی نکلیں، کم ہوں گے۔

بہر حال میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ ایک ''دبستانِ اقبالؒ'' کی بنیاد رکھنی چاہیے جو

ملک میں افکار صحیح کی تحریک اٹھائے اور فکر صحیح کی تبلیغ کرے، پھر ہمیں اقبالؒ کے تحفظ کا کام بھی کرنا ہوگا۔ اس حفاظتی کام کی ابتدا مدرسوں اور کالجوں سے کرنا ہوگی، جہاں بے خبر اور بعض اوقات بدنیت استاد، درسِ اقبالؒ پر مامور ہیں اور نئی نسلوں کے سامنے اقبالؒ کی ایسی تصویر پیش کر رہے ہیں، جو کسی دشمن کے بھی وہم و گماں میں نہ آئی ہوگی۔ پھر ہمیں اکادمیوں کی اصلاح و تطہیر کی طرف بھی توجہ کرنا ہوگی۔

اس علمی حادثے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف ادھورے علم والے ''ڈگری یافتے'' نکل آئے جو محض علمی طیلسان کی نمائش سے ہمیں مرغوب کرتے رہتے تھے مگر علم کی دنیا میں ان کا مبلغ علم صرف ڈارون کے چند منقولات تک محدود تھا۔ قرآن حدیث کا علم تو در کنار معمولی مسائل میں بھی اسلامی ذخیروں سے استفادہ نہ کر سکتے تھے۔ البتہ زبان کی نوک تیز تھی جو چند مغربی اصطلاحوں پر قینچی کی طرح چلتی رہتی تھی۔ سرکار اسی کو کافی سمجھتی تھی اور درباروں میں اسی پر فخر کیا جا سکتا تھا۔ مگر شرح اقبالؒ کے لیے اس سے زائد علمی استعداد کی ضرورت تھی اور وہ موجود نہ تھی۔ ایسے میں شرح اقبالؒ کا حق کون ادا کرتا! مطالعۂ اقبالؒ کے سلسلے میں سیاست بھی سم قاتل ثابت ہوئی۔ بقول رومی:

ہر کسے از ظن خود شد یارِ من
از درونِ من نہ جست اسرارِ من

رومی کا مشار الیہ نیک نیتی سے ایسا کرتا ہوگا مگر اقبالؒ کے سیاسی یاران بے نصیب اکثر بدنیتی سے اقبالؒ کو اپنے ذاتی یا جماعتی مقاصد کے لیے استعمال کرتے رہے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ تقسیم ملک سے پہلے بہت سے ایسے لوگوں نے اپنے سیاسی جلسوں کی رونق کلامِ اقبالؒ سے بڑھائی، جنھیں اقبالؒ دل سے ناپسند کرتے تھے۔ کبھی اقبالؒ کو فاشسٹ گیا، کبھی اشتراکی کہا گیا، کبھی دشمن وطن اور کبھی وطن کی مٹی کا پجاری لاہور میں یہ بھی طلوع ہوا ہے کہ ایک شخص جو شخصیت رسولؐ کی ...... گھٹانے پر مامور ہے اور دین کو کج روا میر

مسلمانوں کے سہل اور غیر ذمہ دارانہ طرز زندگی کے مطابق ڈھالنے کے لیے ایک فرقے کی بنیاد رکھ چکا ہے بدقسمتی سے اپنی مجلس کی رونق اشعار اقبالؒ سے بڑھا رہا ہے۔ظاہر ہے کہ شخص رسولؐ ہی کو نہیں مانتا اور اپنے آپ کو قرآن کا عمرؓ اور ابوبکرؓ مفسر سمجھتا ہے، وہ اقبالؒ کو کیا مانے گا؟ مگر رونق بڑھانے کے لیے اقبالؒ کو یہ بھی گاتا ہے۔

یہ بہ ظاہر اقبالؒ کی مقبولیت کی علامت ہے یہی وہ پہلو ہے جس پیغام اقبالؒ کی حفاظت کی بھی ضرورت ہے۔

آغا شورش نے اپنے دیباچے میں مطالعۂ اقبالؒ کے مختلف کی نشان دہی کردی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر اور مکمل اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا، لیکن ایک سوال ابھی جواب طلب اور وہ یہ کہ کام کرے گا کون؟ اگر یہ فریضہ آزاد محققین کا ہے تو ظاہر ہے کہ آزاد کام کرنے والے تو وہی کریں گے، جو ان کی مصلحت ان سے کہے گی۔ اس صورت میں بے راہ روی لازم ہے۔ میں کہتا ہوں اگر مطالعۂ اقبالؒ سچ مچ پورے پاکستان کی ذمے داری ہے تو فکرِ اقبالؒ اقبالؒ تحفظ چاہنے والوں کا فرض ہے کہ وہ ایک دبستانِ اقبالؒ کی بنیاد رکھیں، جس میں مطالعۂ اقبالؒ کے لیے تربیت کی جائے اور تربیت عامہ کے لیے ایسی کتابیں لکھی جائیں جو سہلِ اقبالؒ سے لے کر غایت و نہایتِ اقبالؒ تک پھیلی ہوں۔

یہ تسلیم ہے کہ اقبال محض شاعر یا حکیم نہ تھے، مستقبل کے لیے ایک عظیم دستور کے واضع بھی تھے اور اس دستور کے اجزا ان کے کلام میں جابجا منتشر ہیں۔ دبستانِ اقبالؒ کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ ان اجزا کی بنیاد پر ایک فکری اور سیاسی تحریک اٹھائیں۔ اقبالؒ نے جو کام پاکستان سے شروع کیا اس کی انتہا سارے ایشیا کے اسلامی انقلاب سے جاملتی ہے۔ کم ہمتی کی حد یہ ہے کہ اقبالؒ کی تحریک کا بوجھ پاکستان کے اندر بھی اب اٹھانا مشکل ہو رہا ہے۔ حالاں کہ اسے آگے بڑھ کر سارے ایشیا تک پھیل جانا چاہیے تھا۔ پس چہ باید کرد اے اقوام شرق، کا پیغام یہی تھا۔ مگر یہاں اب یہ بحث ہے کہ اقبالؒ لینن کا نقال تھا یہ مسولینی کا۔ اقبالؒ نے تو یہ کہا تھا کہ

روس، اب اسلام کے قریب آ رہا ہے مگر ابھی لا تک پہنچا ہے اور اسے الا کی منزل تک پہنچا ہے لیکن ادھر یہ غل ہے کہ اقبالؒ اشتراکی لا کا مبلغ تھا۔ گویا الا والی منزل کی ضرورت ہی نہیں۔

میری رائے میں اقبالؒ کے ہاں دو فکر ایسے ہیں، جو اسے کبھی اشتراکیوں کی صف میں بیٹھنے نہیں دیں گے: ایک عقیدۂ توحید و الہام اور دوسرا جذبۂ عشقِ رسولؐ! اقبالؒ جب ایشیا کی بیداری کے لیے بڑھنا چاہتے ہیں تو ان کے ہاتھ میں یہی دو شمعیں نظر آتی ہیں۔ مگر جہاں ایسے لوگ بہ کثرت نکل آئیں جو نہ توحید کے قائل ہوں اور نہ شخصیتِ رسولؐ کے قائل ہوں، وہاں اقبالؒ کو اشتراکی کہنے والے اور منکرِ حدیث بتانے والے جتنے بھی نکلیں، کم ہوں گے۔

بہر حال میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ ایک ''دبستانِ اقبالؒ'' کی بنیاد رکھنی چاہیے جو ملک میں افکارِ صحیح کی تحریک اٹھائے اور فکرِ صحیح کی تبلیغ کرے، پھر ہمیں اقبالؒ کے تحفظ کا کام بھی کرنا ہوگا۔ اس حفاظتی کام کی ابتدا مدرسوں اور کالجوں سے کرنا ہوگی، جہاں بے خبر اور بعض اوقات بدنیت استاد، درسِ اقبالؒ پر مامور ہیں اور نئی نسلوں کے سامنے اقبالؒ کی ایسی تصویر پیش کر رہے ہیں، جو کسی دشمن کے بھی وہم و گماں میں نہ آئی ہوگی پھر ہمیں اکادمیوں کی اصلاح و تطہیر کی طرف بھی توجہ کرنا ہوگی اور آخر میں اقبالؒ کو سیاسی غرض مندوں سے بھی بچانا ہوگا۔ کیا ''فیضانِ اقبالؒ'' کا مصنف اس ضروری فریضے کا بارِ گراں اپنے توانا کندھوں پر اٹھانے کے لیے تیار ہے؟

ڈاکٹر سید عبداللہ

المامن، اردو نگر

ملتان روڈ، لاہور

23 مارچ 1968ء

سرِ آغاز

عہدِ اقبالؒ:

اس برصغیر (ہندوستان اور پاکستان) کے مسلمانوں کی سیاسی سیرت اور ذہنی سرگزشت پر علامہ اقبالؒ کی تعلیمات کا جو اثر ہے اس کا آغاز تقریباً نصف صدی پہلے ہوا تھا۔ ان کے افکار کو اس زمانہ میں ایک تحریکی عنصر کی حیثیت حاصل ہوئی، جس زمانہ میں عالمی افکار ایک نئی کروٹ لے رہے تھے اور یورپ کے ہر نوعی غلبہ کا تضاد محسوس ہونے لگا تھا۔ یورپ کے مادی استیلا کے تہذیبی تصادم کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہی مشاہدہ اور مطالعہ ان کے غور وفکر کا محور بن گیا۔ پہلی جنگِ عظیم سے جو نقشہ ابھرا اس سے نہ صرف عالم افکار میں زلزلہ پیدا ہوا بلکہ کئی عظیم عمارتوں کے ستون بھی گر گئے۔ ٹھیک یہی زمانہ تھا جب ایشیا میں قومی انا کا اضطراب ظاہر ہوا۔ بظاہر افریشیائی قوموں کی محکومی کے حلقے کچھ زیادہ ہی کسے گئے تھے لیکن سیاسی آزادی کی لہریں بہرحال ابھر آئی تھیں اور نظریاتی طور پر یورپی افکار کی عمارت کے ستون ہلنے لگے تھے۔ اس برعظیم میں قومی بیداری کے آغاز کا زمانہ بھی یہی ہے۔ تاریخی لحاظ سے یہ دوسرا مرحلہ تھا جب ہندوستانی عوام نے اپنی آزادی کا مطالبہ کیا۔ پہلا مرحلہ 1857ء کی مزاحمت اور اس کے بعد علمائے حق کی شہادت (انیسویں صدی کی آخری دہائی) پر ختم ہو چکا تھا۔ 1914ء کی جنگ عظیم نے جہاں یورپ کا نقشہ بدل ڈالا، وہاں مسلمانوں کے اس ریاستی ادارے کو بھی ختم کر دیا، جو خلافت کے نام سے مستلزم لیکن ایک روایت بن چکا تھا۔ جنگِ عظیم اوّل نے مسلمانوں کو سیاستاً اور ذہناً سخت نقصان پہنچایا۔ وہ خیالات کی ایک ایسی پکڑ میں آ گئے، جس سے ان کا ماضی ہی متزلزل ہو گیا۔ اس زبردست ویرانی میں مسلمانوں کے ملی وجود کو جن دماغوں نے سہارا دیا، اقبالؒ اس قافلہ کے

شہ دماغ ہیں۔ ان کے افکار نے مسلمانوں کو دماغی پسپائی سے روکا اور ایک ایسی عمارت کو جو اسلام کے نام پر کھڑی تھی اس سے پہلے کہ انہدام کا شکار ہوتی اس خطرے سے نکالا، پشتیبانی کی اور بچالیا۔ سیاسی ہیجان کے اس زمانہ میں اقبالؒ نے اپنی نوا کو تیزی ہی نہیں کیا بلکہ ایک نیا آہنگ دیا، مغربی استیلا اور مشرقی ابتلا کی اس کش مکش میں وطنی وقومیت کے خلاف نقد ونظر کی نیو رکھی، اور نہایت پامردی سے یورپی افکار کا پوسٹ مارٹم کیا۔ اس وقت بعض لوگوں نے محض شاعرانہ اُپج خیال کیا، لیکن آج انہیں بھی نقد ونظر کی اس صداقت کا احساس ہو رہا ہے۔ وہی افکار جو پینتیس چھتیس سال پہلے اپنوں کے دماغ میں مشکل سے سماتے تھے، آج پرایوں کے دل بھی ان کی صداقت پر گواہی دے رہے ہیں۔ اقبالؒ کے اس کارنامے کا ابھی تک صحیح اندازہ نہیں کیا گیا اور نہ برِعظیم کے مسلمانوں کے دماغی افکار کی تاریخ ہی مرتب ہوئی ہے۔ جوں ہی کسی رجلِ رشید نے یہ فرض ادا کیا اور حوادث ووقائع کا آثار ونتائج کی روشنی میں جائزہ لیا گیا تو یہ حقیقت خود مسلمانوں کے لیے حیرت کا باعث ہوگی کہ ان کے ذہنوں کی حفاظت کے لیے اقبالؒ کے افکار کہاں تک مددگار ثابت ہوئے اور کس حد تک مغربی افکار پر ان کی تنقیدات ان کے آڑے آئی ہیں!

اقبالؒ کا کارنامہ:

اقبالؒ کا یہ کارنامہ اتنا عظیم ہے کہ اس سے خود ایک تاریخی مرتب ہوتی ہے، انہوں اپنے افکار کی بنیاد اس پر رکھی کہ:

۱۔ اسلام ایک زندہ طاقت ہے لیکن ایک محدود دور کے سوا کبھی اس سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔

۲۔ توحید ہی کا تصور ہے جو انسان کا اپنے رب سے تعلق قائم کرتا اور ماسوا کی اطاعت کو ختم کرتا ہے۔

۳۔ رسالت، خدا اور بندے کے درمیان حقوق و فرائض کے تعین کا ایک ذریعہ ہے، جس سے امّت تشکیل پاتی اور پروان چڑھتی ہے۔ اقبالؒ کے مُحرکاتِ فکر اسی سانچے میں ڈھلے تھے۔ نتیجتاً قدیم سے اس نے عرفان حاصل کیا، جدید سے فیضان۔ اس قدیم وجدید نے اس کے افکار کو روشن کیا اور اس نے اپنے آپ کو اسلام کے حوالے کر دیا، جو چیز اس کو اسلام کی ترازو میں تلنے کے بعد اصلاح محسوس ہوئی اس کا ناد پھونکا، جو چیز معیار سے ناقص نکلی اس پر سختی سے تنقید کی۔ غرض امرو نہی کا اس انداز میں تجزیہ کیا کہ پانی کا پانی اور دودھ کا دودھ ہو گیا۔ جس چیز پر مسلمانوں نے سب سے کم غور کیا وہ ان کے اپنے ذہنی انحطاط اور سیاسی زوال کا مسئلہ تھا۔ جہاں تک سیاسی زوال کا تعلق ہے اس کا احساس تو انہیں شروع ہی میں ہو گیا تھا۔ اسی احساس کا مظہر مسلمان اقوام کی وہ سیاسی تحریکیں تھیں جو آزادی کی بازیافت کے نام پر ابھریں۔ ان کا نتیجہ نکل چکا ہے، لیکن اب نتیجہ انہیں نکال رہا ہے۔ ذہنی انحطاط کا روگ ابھی تک چھٹا نہیں اور یہی اصل مسئلہ ہے۔ اس انحطاط کے وجوہ مسلمانوں کے ذہنی جمود اور فکری انتشار کی عالم گیر افتاد سے الگ نہیں کیے جا سکتے۔ اقبالؒ نے ان تمام عوارض کی نشان دہی کی ہے، جن سے ملّت کا پورا جسم متاثر ہے۔ اب اسے سانحہ کہیے یا حادثہ کہ مرض مسلمانوں کی طبیعت میں رچ بس گیا ہے۔ ایک دماغی بحران ہے، جس کے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ آخری نتیجہ کیا ہو گا؟

اقبالؒ کی عالم گیریت:

یہ کہنا کہ اقبالؒ صرف پاکستان کے تھے یا پاکستان ہی کے لیے تھے، ان کے فکر کو محدود کرتا ہے۔ بے شک ان کی نظریاتی آواز نے پاکستان کی نیو رکھی۔ وہ پاکستان میں پیدا ہوئے اور پاکستان ہی میں دفن ہیں۔ یہ معمولی شرف نہیں کہ پاکستان ان کا مولد بھی ہے اور مدفن ہے۔ یہاں ان کے افکار کی روح مقابلتاً نہایت قوی اثر رکھتی ہے لیکن داعی

شخصیتیں، جن کا پیغام عصری ہوتا ہے، مقامی کی بجائے بین الاقوامی ہوتی ہیں، ان کا مشن عالمی ہوتا ہے۔ اقبالؒ کو ہم پاکستان کے لیے مخصوص کرلیں تو مطلب ہوگا کہ ہم اس (پیغام) کو محصور کررہے ہیں حالاں کہ بنیادی طور پر وہ ایک عالمی شاعر اور اسلامی مفکر ہیں، جن کے مخاطب مسلمان اور ان کی وساطت سے پورا مشرق ہے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے جو کچھ بھی حاصل کیا اسلام سے حاصل کیا، لہٰذا میرا اول اگر اسلام کے لے دردمند ہے اور میں اس کا احیا چاہتا ہوں تو یہ ایک قدرتی خواہش ہے۔

کلیسا اور اسلام:

اقبالؒ نے حقیقتاً کسی نئے فکر کی بنیاد نہیں رکھی اور نہ وہ کسی نئی ملّت کی تشکیل کے خواہاں تھے، ان کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ملّتِ اسلامیہ کو جس کے اجزائے سیرت ڈھیلے پڑ چکے تھے، ایک ولولۂ تازہ دیا اور اجتماعی طور پر اپنے اس احساس پر مجتمع کردیا کہ اسلام ہی تنہا طاقت ہے جس کی بدولت اس نے ماضی مرحوم میں محیر العقول کارنامے انجام دیے تھے۔ اب بھی اس متاع ہی کا اتباع اس کو زندہ ومتحرک رکھ سکتا ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مذہب بغیر طاقت کے فلسفہ ہے اور فلسفہ بغیر لیلیٰ محمل کا سفر ہے۔

اقبالؒ کا سب سے بڑا فکری کارنامہ یہی ہے کہ یورپی افکار کا طلسم توڑا، مغربی نظریوں پر تنقید کی، قومیت و وطنیت کی مضرتوں کا تجزیہ کیا، مادیت کو پچھاڑا، اسلام کا پرچم اڑایا اور اپنے اس نقطۂ نگاہ کو اجاگر کیا کہ معاشرہ میں جو ابتری پائی جاتی ہے اس کا باعث مذہب نہیں بلکہ مذہب سے گریز کا رجحان ہے جو بغاوت کی حد تک چلا گیا ہے۔ وہ کلیسا سے یورپی اقوام کی بغاوت کو جبر وجمود کا قدرتی ردعمل سمجھتے تھے اور یہ تھا بھی صحیح۔ اس لیے کہ کلیسا نے عوام کو نہ صرف کچل رکھا تھا بلکہ ہمہ جہتی ترقیوں کی راہ میں روک بنا ہوا تھا۔ سب سے بڑی بات جس نے اس جبر وجمود کو قائم کیا، یہ تھی کہ یسوع کی تعلیم محرف ہو کر عنقا ہو چکی

تھی، بائیبل کی جگہ کلیسا نے لی اور کلیسا ایک مذہبی گروہ کا نام تھا جس نے اپنے وجود کی بالا دستی قائم رکھنے کے لیے ہر قسم کے جبر و استبداد کو جائز کیا اور غور و فکر کی انسانی راہوں کو روک رکھا تھا۔ اسلام، عیسائیت ہے نہ رہبانیت، بلکہ ایک نظام زندگی ہے اور اسی کا نام دین ہے۔ عام مسلمانوں نے نفسِ دین سے کبھی بغاوت نہیں کی جیسا کہ یورپی اقوام نے کلیسا سے کی ہے۔ مسلمانوں کی عمومی کوشش ہی یہ رہی ہے کہ وہ دین کی زندگی بسر کریں۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمان حکمرانوں کی جماعت نے اصل دین کو پنپنے کے بہت کم مواقع دیے ہیں۔ نتیجتاً اسلام کو بھی ایک رجعتی طاقت کا الزام سہنا پڑا ہے۔ یورپی اقوام نے وطنیت کے دائروں میں تقسیم ہو کر بھی عیسائیت کی حفاظت کی ہے، حتیٰ کہ روس کی اشتراکیت بھی تہذیبی طور پر عیسائی ہے۔ لیکن اسلام کا معاملہ اس ساری صورتِ حال کے اُلٹ ہے۔ مسلمانوں کی حیاتِ معنوی کا انحصار ہی اسلام پر ہے۔ گویا اسلام کسی تہذیبی سرمایہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا تہذیبی سرمایہ اسلام کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ مسلمان اپنے اس فخر میں حق بجانب ہیں کہ ان کے دین اور داعی دین کا تمام اثاثہ اپنی ہر نوعی جزئیات کے ساتھ محفوظ ہے، حتیٰ کہ جن لوگوں نے اس کی حفاظت کی ہے خود ان کے سوانح و افکار بھی محفوظ ہو گئے ہیں۔ یہی نکتہ تھا جس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اقبالؒ نے کہا تھا کہ پچھلی صدیوں سے مسلمانوں نے اسلام کی اتنی خدمت نہیں کی جتنی خود اسلام نے مسلمانوں کی حفاظت کی ہے۔

اقبالؒ خوش تھا کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت اس برعظیم میں بستی ہے لیکن قلق بھی تھا کہ اس جماعت تک صحیح اسلام نہیں پہنچا۔ انہیں اس مٹی کے زرخیز ہونے کا بھی احساس تھا، جیسا کہ ان کا عقیدہ تھا کہ اسلام ایک فعال عالمی طاقت بن کے رہے گا، لیکن مسلمانوں کی موجودہ حالت سے مایوس بھی تھے، جن لوگوں کو مسلمانوں پر اقتدار حاصل تھا ان کے متعلق کچھ زیادہ خوش رائے نہ تھے۔ مغربی تعلیم یافتہ جماعت کے بارے میں انہیں کبھی حُسن ظن نہیں رہا۔ ان کا یہ خیال یقین کی حد تک پہنچ چکا تھا کہ اس گروہ نے

مسلمانوں کو ایک مزرعۂ ویراں بنا دیا ہے اور اب اس میں کسی فصل کا اگنا مشکل ہو گیا ہے لیکن احساس کی اس شاعرانہ شدّت کے باوجود ان کی مومنانہ بصیرت کو یقین تھا کہ ابھی اس قوم میں جی اٹھنے کی صلاحیت باقی ہے۔ چنانچہ ان کو اس ویرانے کے آباد ہونے کا بھی یقین تھا۔ ان کا خیال تھا کہ:

"سیاسی اعتبار سے تو ہم باقی اقوام اسلامیہ کو کوئی مدد نہیں دے سکتے، ہاں دماغی اعتبار سے ان کے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

(سید سلیمان ندوی کے نام، 18 مارچ 1926ء کا ایک خط)

ان کی دعوت کا مرکزی نکتہ یہی ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک ایسے وفاق کے شہری ہیں جو مختلف ملکوں کی مسلمان اقوام کو اسلامی معاشرہ مہیا کرتا اور انہیں دینی وحدت کی لڑی میں پرو کر بالآخر انسانی وحدت کی طرف لے جاتا ہے۔

چوں کہ ان کے نزدیک ہندوستانی مسلمانوں کا وجود اس مقصد کے لیے نہایت مفید تھا اس لیے ان تمام عوارض کی بیخ کنی ان کا شعار ہو گیا، جن سے ہندوستانی مسلمانوں کا اسلام مجروح ہو چکا تھا اور وہ اس اسلام سے محروم ہو گئے تھے جو ان کے الفاظ میں 'عربی اسلام' تھا، انہیں اس امر کا زبردست احساس تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں تک جو اسلام پہنچا وہ عجمی تھا، جس کی روح عربی اسلام سے مختلف ہے، ایک دوسرے خط میں سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں:

"میں اپنے دل و دماغ کی سرگزشت بھی مختصر طور پر لکھنا چاہتا ہوں، یہ سرگزشت نہایت ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو خیالات اس وقت میرے کلام اور افکار کے متعلق لوگوں کے دل میں ہیں، اس تحریر سے ان میں بہت انقلاب پیدا ہو گا۔

(خط، 10 اکتوبر 1919ء)

ان کا یہ ارادہ بھی تشنہ ہی رہا، یہ سرگزشت قلم بند ہو جاتی تو بلاشبہ مطالعۂ اقبالؒ کی بہت سی دقتیں حل ہو جاتیں۔ یہ دقتیں معنوں میں پیچیدہ نہیں جن معنوں میں فلسفہ کے بعض بعید از فہم مباحث پیچیدہ ہوتے ہیں۔ اس کا رُخ ہی دوسرا ہے۔ اصل دقت اقبالیین کے اس گروہ سے پیدا ہوئی ہے جو اقبالؒ کے افکار کو اپنی مرضی میں ڈھال رہا ہے اور عملاً اس جماعت کی سازش میں شریک جس کی حزبی سیاست کو حکما کی دینی بصیرت سے ہمیشہ پرخاش رہی ہے۔

اقبالؒ کا صحیح مطالعہ اب بھی پاکستان سے باہر ہو رہا ہے۔ ہندوستانی مسلمان خاص طور پر نمایاں ہیں۔ ایشیائی مسلمانوں میں اقبالؒ کے افکار کی امنگ تو ہے، لیکن ترنگ نہیں اور اس کی وجہ ان ملکوں کے مسلمان حکمرانوں کا غیر اسلامی وجود ہے۔ ہندوستان میں اگر اقبالؒ پر ڈاکٹر یوسف حسین خاں، مولانا عبدالسلام ندوی، پروفیسر رشید احمد صدیقی اور سید ابوالحسن علی ندوی نے قلم اٹھایا ہے تو اس کی بنیاد علم پر ہے، ان کے سامنے کسی حکومت کا مفاد نہیں اور نہ وہ کسی سیاسی مصلحت ہی کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان میں اقبالؒ کا چرچا ہمہ گیر ہے۔ اکثر یومِ اقبالؒ بڑی دھوم دھام سے منائے جاتے ہیں۔ ان کے ذکر و فکر سے منسوب کتابوں میں ڈھیر لگا ہوا ہے لیکن آزادی کے ان اکیس برسوں میں اقبالؒ اکادمیوں کی کثرت کے باوجود ابھی تک کوئی ایسی کتاب نہیں چھپی جس سے یہ معلوم ہو کہ اقبالؒ جو کچھ چاہتے تھے وہ اس میں موجود ہے یا اس کے افکار کی عصری روح اس سے جھلکتی ہے۔

اقبالؒ کا تدریجی مطالعہ کرنے سے ان کے دل و دماغ کی سرگزشت مخفی نہیں رہتی۔ ان کے فکر کا ارتقا ہی ان کے دل و دماغ کی سرگزشت ہے لیکن اقبالیین میں سے ابھی تک کوئی صاحب یہ نہیں کر پائے کہ ان کی ذہنی سرگزشت مرتب کر لیں، تاکہ مطالعۂ اقبالؒ کی راہیں واضح اور معیّن ہو جائیں، جو لوگ اقبالؒ پر تضاد کا الزام لگاتے ہیں اصلاً وہ تضاد اور تنوع کے فرق کو نہیں سمجھتے اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ اقبالؒ کی ذہنی سرگزشت شروع کہاں

سے ہوتی ہے اور ختم کہاں ہوتی ہے۔ جو چیز فہم اقبالؒ کے لیے ضروری ہے، فکرِ اقبالؒ کا سفر ہے۔ جب تک معلوم ہی نہ ہو کہ اقبالؒ کن نظری وفکری مرحلوں سے گزرا، یہ جاننا مشکل ہوگا کہ کلام اقبالؒ میں بوقلمونی کیوں ہے اور جب تک اس بوقلمونی کی واردات معلوم نہ ہو اس امر کا تاریخی تجزیہ مشکل ہے کہ اقبالؒ نے برعظیم کے مسلمانوں کی ملی زندگی پر جو اثر ڈالا ہے، اس کے نتائج کیا ہیں؟ اس موضوع پر توجہ ہی نہیں دی گئی کہ ہمارے قومی کردار کی تشکیل میں اقبالؒ کا ذہنی حصہ کیا ہے؟ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں قومیت ووطنیت کے مضمرات انتہائی مہلک تھے، اقبالؒ نے جس سرگرمی سے مسلمانوں کے انفرادی وجود کی حفاظت کی، وہ معجزے سے کم نہیں ایک طرف سیاسی جدوجہد کا طوفان تھا اور اس کے قدآور رہنما تھے، دوسری طرف تنہا اقبالؒ تھا اور اس کے افکار واشعار تھے جو مسلمانوں میں ان کی انفرادیت کو نشوونما دے رہے تھے۔ جس زمانے میں کہ حُبُّ الوطنی کے نام پر قومی تحریک کا زور بندھا ہوا تھا اور غیر ملکی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے وطنیت کا تصور ایک مقدس فریضہ ہوگیا تھا، اقبالؒ کا اس تصور کی تغلیط میں گرم جوش ہونا ملک کی عوامی رو اور حسِ ساعت کے خلاف تھا، لیکن ان کا لہجہ چوں کہ سیاسی اور وقتی نہیں تھا بلکہ اس کی لے مستقبل کے اندیشوں میں ڈوبی ہوئی تھی، لہٰذا اس کا تاثر بھی ذہنوں پر عکس ڈال رہا تھا۔

شاعری میں اقبالؒ کے کارنامے:

گوئٹے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا وجود جرمنی کے لیے قدرت کا عطیہ تھا۔ قریب قریب یہی معاملہ ہندوستانی مسلمانوں کا ہے، اقبالؒ کا وجود بلاشبہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے قدرت کا عطیہ تھا، جس کرب کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں کے ادبار پر نالہ سرائی کی اور جس غیر متزلزل ارادہ کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں کی انفرادیت مشخص اور متمیز کی ہے، شاعری کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے۔

1-   شاعری میں ان کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اس کا مزاج ہی بدل ڈالا، انہوں نے ادب میں تجربے نہیں کیے اور نہ ہیئت وروایت کے نام پر فنی گلکاریاں کی ہیں۔ شاعری کو ایک ایسا آہنگ دیا کہ ساری ملت کو چونکا دیا۔ ان کی لے ہی سارے ملک کی لئے ہوگئی اور ان کے افکار ہی مسلمانوں کے قومی افکار بن گئے۔

2-   مسلمانوں کا ادب بڑے شاعروں کے وجود سے کبھی خالی نہیں رہا، خود اقبالؒ نے ان سے استفادہ کیا اور اس کا انہیں اعتراف ہے، لیکن مشرق کے شعراء میں اقبالؒ ایک ایسا فرد ہے جس نے شاعری کی پوری تاریخ میں کسی ملک کے انسانوں کی سب سے بڑی جماعت کو متاثر کیا ہے۔ ان سے پہلے شاعری میں جو کچھ بھی تھا اس میں قومی بنیاد پر حرکی عنصر نہیں تھا۔ اقبالؒ نے ایک قوم کو یہاں تک متاثر کیا کہ اپنے دور پر چھا گیا، اس کا یہ عہد اتنا فعال ہے کہ وقت کے عام ترازو میں اسے تولا ہی نہیں جا سکتا۔ افکار اور ان کے نتائج ہی سے اس کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

3-   انہیں عمر بھر اصرار رہا کہ وہ شاعر نہیں لیکن یہاں زیادہ زور ان کے شاعر ہونے ہی پر دیا جا رہا ہے۔ ان کا شاعر ہونے سے انکار کرنا اس لیے نہیں تھا کہ انہیں اپنے شاعر ہونے سے واقعتاً انکار تھا وہ اس اندیشہ کا اظہار غالباً اس لیے کرتے رہے کہ روایتی شاعری کی معلوم ومخفی مضرتوں کا انہیں پورا احساس تھا۔ وہ محسوس کرتے تھے مبادا مسلمان انہیں روایتی شاعروں کی صف میں لاکر ان کے پیام اور ان کی دعوت سے وہی سلوک کریں جو شاعروں کے کلام سے عموماً کیا جاتا ہے۔ رومی ہی کو لیجیے ان کی شاعری سے ترکوں نے قومی نصب العین کی تنظیم میں کبھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ ایران کا ادب اکثر وبیشتر حرارت سے خالی رہا۔ ع

طاقت پیکار با خسرو نہ داشت

حافظؔ کے متعلق جو لکھا اس کے باعث بھی یہی تھا۔ ع

زندہ از صحبتِ حافظ گریز

4- عربی شاعری کا مزاج ایام جاہلیت میں شجاعانہ تھا، لیکن اسلام کے ایامِ اقتدار میں عربی شاعری کا زور ماند پڑ گیا۔ اس کی خاک سے کوئی ایسا شاعر نہ اٹھا جو فنی لحاظ سے ایام جاہلیت کے شعرا کا ہم پایہ ہوتا یا جس کے افکار پر عربوں کے عزم و حوصلہ کی بنیاد ہوتی۔ فارسی شاعری اجتماعاً غزل خواں ہی رہی، حدی خواں نہ ہو سکی۔ اردو شاعری نے ہندوستان کے مسلمان صوفیوں کی ہم نوائی ضرور کی، لیکن اس کا لہجہ جان دار نہ ہو سکا۔ اس کی فطرت میں گرتے ہوئے مغلئ دربار کی نسائیت تھی۔ جس زمانہ میں ہندوستان کے مسلمان معاشرے کا چل چلاؤ تھا، اردو شاعری کا روایتی نعرہ ہی اس کا سنگار ہو گیا۔ میں غزل کی اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا کہ انسانی زندگی میں اس کے محرکات کیا رہے ہیں؟ اردو شعرا میں مولانا الطاف حسین حالیؔ پہلے شخص ہیں جن سے غزل کی روایت ٹوٹی اور قومی لے پیدا ہوئی۔ انہوں نے سب سے پہلے معاشرے سے ہم کلام ہونے اور رابطہ پیدا کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ انہیں مسلمانوں کے اسباب زوال کا مبصر اور یہاں کے مسلمان معاشرے کا مصلح کہہ سکتے ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے طنز کا جو اسلوب ایجاد کیا، وہ ان ہی پر ختم ہو گیا۔ بقول اقبالؒ ادبیاتِ اسلام کی پوری تاریخ میں اکبر کا ثانی نہیں۔ لیکن حالیؔ و اکبر کے اجتہاد و انتقاد کا مزاج بہر حال کسی داعی کا مزاج نہیں تھا، ایک مصلح کا مزاج تھا۔ قوم بیمار تھی ان کی تشخیص کا انداز جداگانہ تھا، لیکن دونوں تولید مرض کے اسباب تک پہنچ چکے تھے۔ اقبالؒ نے آگے بڑھ کر نعرۂ رستاخیز بلند کیا، تاریخ و سیاست کی سنگینی کو زبان و بیاں کی رنگینی بخشی۔ جن تصورات سے اسلام کی نفی ہوتی تھی، ان کا تجزیہ کیا۔ جن نظریات کے مضمرات میں خرابی کا عنصر تھا انہیں تنقید کا ہدف بنایا اور جس دعوت پر مسلمانوں کی تجدید و احیا کا مدار تھا، اس کا اہتمام کیا۔ ان کی شاعری ایک مربوط نظامِ فکر رکھتی ہے، جس سے ملتِ اسلامیہ کو اپنی منزل کے تعین کا احساس ہوتا ہے

اور یہ کمال ان سے پہلے کسی شاعر کو حاصل نہیں ہوا ہے۔

5- سب سے بڑا کام جو اقبالؒ نے کیا وہ ان امراض کی نشان دہی تھی جنہیں مسلمانوں نے اپنے قومی فرائض میں شامل کر لیا تھا۔ انہیں عمر بھر یہی ملال رہا کہ صحیح اسلام جو ہندوستان میں آنا چاہیے تھا، یہاں نہیں پہنچا۔ انہوں نے عجمی اسلام کے خلاف زبردست تنقید کی۔ وہ تصوف جو مسلمانوں کی طبیعتوں میں راسخ ہو چکا تھا، اس کو عجم کی پیداوار قرار دیا اور اس کی مضرتوں پر سخت تنقید کی۔ وہ کسی آئیڈیل پر سیاست دان کی طرح کھلا حملہ نہیں کرتے تھے۔ اس کا ایک تجربہ انہیں حافظ کی شاعری پر تبصرہ کرنے سے ہو چکا تھا، لیکن جس رنگ اور ڈھنگ سے انہوں نے قومی امراض کے اس قلعہ پر حملہ کیا، اسی کا نتیجہ ہے کہ مدافعت کا جذبہ کم زور پڑ گیا اور اس کی جگہ نشاۃِ ثانیہ کا اعتقاد لے رہا ہے۔

6- تاریخ اسلام کے تجزیے اور اس پر تنقید کا حوصلہ ان کے افکار سے پیدا ہوا۔ دین کی حقیقی اور مصنوعی سرحدوں کے درمیان ایسا خط کھینچا کہ دونوں کی حدیں واضح ہو گئیں۔ ایک طرف ملوکیت کا چہرہ بے نقاب ہو گیا، دوسری طرف مُلائیت ننگی ہو گئی۔ اس سے قومی اذہان میں تنقیدی شعور پیدا ہو گیا۔

7- سب سے بڑی بات جو ان کے عرفان سے حاصل ہوئی مسلمانوں کی نئی پود میں اسلام سے غیر متزلزل وابستگی کا ظہور ہے۔ ان کی ذات میں چوں کہ مشرق و مغرب کے علم و حکمت کا اجتماع تھا لہٰذا نوجوان نسل کی فکری گم راہی اور احساسِ کم تری کی تشخیص بھی انھی کے ہاتھوں ہوئی۔ عجب نہ تھا آئندہ نسلیں مغربی افکار کے الحاد کا شکار ہو کر غلط راستوں پر نکل جاتیں، اقبالؒ مزاحم ہو گیا۔ نتیجتاً مسلمانوں کا معاشرہ مصیبت اور گم راہی سے محفوظ ہو گیا۔

8- یہ امر واقعہ ہے اور اس کے ثمرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اقبالؒ نے برصغیر کے سیاسی معرکوں اور ایک خاص زمانہ کی ذہنی تحریکوں میں اسلام کی زبردست مدافعت کی

ہے۔ عام اندیشہ تھا کہ نئی پود اسلام کی روح سے دست بردار ہو گئی تو وہ زیادہ سے زیادہ معاشری طور پر مسلمان رہے گی، لیکن اقبالؒ نے اس پود میں نہ صرف مسلمان ہونے اور مسلمان رہنے کا احساس پیدا کیا بلکہ اسلام سے شیفتگی اور وابستگی کا ایک ایسا ذوق پیدا کیا کہ اس سے ملّت کا داخلی نظام محفوظ ہو گیا۔

فکرِ اقبالؒ کے عناصرِ خمسہ:

9- افکارِ اقبالؒ کی بنیاد جن خصوصیتوں پر ہے، ان میں:

اولاً: خودی کا تصور ہے، خودی کا مطلب ہے احساسِ نفس، معرفتِ حق اور تعینِ ذات، ان کے اپنے الفاظ میں خودی کا عرفان قرآن کے سوا اور کہیں نہیں، جب تک اقوام کی خودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو، امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی، چناں چہ ان کے نزدیک حدودِ خودی کے تعیّن کا نام شریعت اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔

ثانیاً: مشرق کی نشاۃِ ثانیہ۔ وہ دماغوں کو مغرب کے سپرد کرنے کی روش کے خلاف تھے۔ ان کے نزدیک مشرق کا عظیم ماضی تھا اور وہ اس پر فخر کرتے تھے۔ ان کے افکار سے مترشح ہوتا ہے کہ مغرب کے بطلان اور مشرق پر ایقان سے ایشیا کو نئی زندگی مل سکتی ہے۔ میاں بشیر احمد ایڈیٹر ''ہمایوں'' مرحوم کی روایت کے مطابق ان کا مطمحِ نظر یہ تھا کہ وسط ایشیا کے دل پر ایک پپڑی جمی ہوئی ہے میں اس کو صاف کر دینا چاہتا ہوں۔ انہیں اس بات کا سخت احساس تھا کہ زمانہ با امم ایشیا چہ کرد و کند چناں چہ ان کے فکر و نظر کی ساری تگ و دو میں یہی احساس کار فرما ہے۔

ثالثاً: توحید و رسالت کی اساس پر اسلام سے غیر متزلزل وابستگی، یہ گویا ان کے افکار کی مرکزی روح ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اسلام ہی وہ بہترین سانچا ہے جس میں فوق البشر ڈھلتے ہیں۔ متحدہ قومیت کی بحث میں ان کا سارا زور اس ایک نقطہ پر رہا کہ توحید و ختم نبوت کی اساس ہی

مسلمانوں کے وجود کو قایم رکھ سکتی ہے اور کسی ایک کی نفی سے پوری عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملّت (اجتماعی نظام یا نظام معاشرہ) کے، رسول کریم صلعم کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔ فرمایا:

'مذہب قوم میں ایک متوازن سیرت پیدا کرتا ہے۔ قرآن کامل کتاب ہے اور خود اپنے کمال کی مدعی ہے'۔

ان کا نظریہ یہ تھا کہ کتاب اللہ کو اس زوایۂ نگاہ سے نہ پڑھو کہ تمھیں فلسفہ کے مسائل سمجھائے گا، بلکہ اس نقطۂ نظر سے پڑھو کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا کیا رشتہ ہے اور اس کائنات میں تمہارا مقام کیا ہے؟

رابعاً: تنقید مغرب ! فرماتے ہیں: مغرب کی تقلید نہیں، اس پر تنقید کرنی چاہیے۔ مغربی تہذیب سے ان کے بے زاری کا یہ حال تھا اس کی تہس نہس کر دینے کے حق میں تھے۔ وہ مغرب کے افکار کی اجتماعی روح سے اتنے متنفر تھے کہ ان کے نزدیک اس کی تباہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہے۔ سید سلیمان ندوی کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے'۔ ایک دوسرے خط میں جو عبد الماجد کے نام ہے، فرماتے ہیں:

'مغربی کالجوں کے پڑھے ہوئے نوجوان روحانی اعتبار سے فرومایہ ہیں۔ ان کو معلوم نہیں اسلامیات کیا ہے اور وطنیت کیا چیز ہے؟'

غرض وہ مغرب کی قومی و وطنی تحریک کی مضرتوں ہی سے بے زار نہیں تھے بلکہ ان کے نزدیک تاریخ انسانی کی مادی تعبیر کا تصور بھی سراسر غلط تھا۔ تشکیلِ جدید الٰہیات کے چھٹے خطبہ میں لکھا ہے: 'انسان کے اخلاقی ارتقا میں آج یورپ سے بڑھ کر کوئی رکاوٹ نہیں'۔ ان کا خیال تھا عصبیت صرف قومی پاس داری کا نام ہے۔ دوسری اقوام کو بہ نگاہ تنفر دیکھنا اس کے مفہوم میں نہیں۔ اسی طرح قومی انا کے مسلہ میں وہ رواداری کو خودکشی خیال کرتے تھے۔ مغربی

افکار کی دست بُرد نے انہیں اتنا برگشتہ کر دیا تھا کہ جو لوگ اس کے ہو کر رہ گئے تھے، ان کے متعلق ایک خط میں لکھتے ہیں:

'میں قرونِ وسطیٰ کا ڈکٹیٹر بن جاؤں تو اس طبقہ ہی کو ہلاک کر دوں'۔

مغربی تہذیب اور اس کے آثار سے انہیں اس حد تک تنفر تھا کہ اس کی کاملاً تباہی ہی میں مسلمانوں کی بقا محسوس کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اسلام اس تہذیب کی اساس ہی کا دشمن ہے۔ مسلمانوں نے اسے تباہ کرنے کی بجائے جزوِ اسلام بنا لیا ہے۔ حالاں کہ تہذیب مغربی کے خاتمہ پر اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا انحصار ہے۔

(ملفوظ بروایت خواجہ عبد الوحید)

عشق کی پختگی اور عقل کی خام کاری:

خامساً: فرماتے ہیں عشق و عقل کے معرکے میں ہمیشہ عشق ہی فاتح رہا ہے۔ عشق یا وجدان ہی ایک ایسا ملکہ ہے جس کی بدولت موجودات کے تمام اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ گویا اسلام انسانی شخصیت کے جن تین پہلوؤں کی تربیت کا ذمہ دار ہے۔ (۱) شعور (۲) جذبہ (۳) آزادی، اس کی آبیاری عشق ہی سے ہو سکتی ہے اور یہی عشق اصلِ حیات ہے۔ ع

عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدۂ تصورات

واضح رہے کہ عشق سے مراد وہ ہیجان نہیں جو غزل گو شعرا کے ہاں ملتا ہے اور جس کا ایک مقام حواس باختگی بھی ہے۔ اقبالؒ جس عشق کی تلقین کرتے اور جس شوق کی دعوت دیتے ہیں، وہ عقل کا مخالف نہیں بلکہ عقل اس کی ایک ابتدائی منزل ہے۔ یہی عقل، عرفانِ حقیقت سے جلا پا کر فکر کی معرفت ایمان تک پہنچتی ہے۔ اسی کا نام عشق ہے، شاطبی کے الفاظ میں فکر کو حق کی آرزو ہے، علم کو یقین کی اور عمل کو محکم اساس کی، جب یہ تینوں خصائص فرد یا جماعت میں تحریک کی شکل اختیار کرتے ہیں تو عشق بن جاتے ہیں۔

اقبالؒ نے کئی پیرایوں میں عشق کا ذکر کیا، مثلاً آرزو سے ان کی مراد عشق ہے، عقل کو جستجو لکھا ہے، لیکن اس عقل سے ان کی مراد دانائی، حکمت اور فراست کا جوہر نہیں بلکہ عقل مجرد ہے، جو عشق کی راہ میں تذبذب پیدا کرتی ہے۔ عشق ہی تنہا طاقت ہے جس سے زندگی نصب العین تک پہنچتی اور منزل خود اس کے پاس چلی آتی ہے۔ یہ عشق، عقل اور ایمان کی گھلاوٹ سے وجود میں آتا ہے۔ جس عقل سے اقبالؒ کو شکایت ہے وہ دماغ کے اس تعاقب کا نام ہے جس سے جدوجہد کا سفر سود و زیاں کے نرغہ میں آ کر بے نتیجہ رہتا ہے۔

غرض کلام کے جن مجموعوں کو اقبالؒ نے خود مرتب کیا اور جو ان کے مستند مجموعے ہیں، ان میں کل 12491 اشعار ہیں، جن میں 94 اشعار اور ایک مصرعہ مستعار ہیں۔ ابتدائی کلام کے ایک حصہ سے قطعِ نظر باقی سارا کلام انھی پنج گانہ خصائص کے مطالب و مقاصد کا جامع ہے۔ ڈاکٹر یوسف حسن کے الفاظ میں اقبالؒ معانی کا ایک سمندر ہے، جس کے کناروں کا پتا نہیں۔ اس کے کلام پر جتنا غور کیجیے نئی نئی باتیں سوجھتی ہیں۔

زندہ قومیں اور ان کے فکری رہنما:

وہ تمام مملکتیں جن کی اساس نظریوں پر ہوتی ہے ہمیشہ اپنے ذہنی رہنماؤں کی قدر کرتی اور ان کے فکری خطوط کو اپنے لیے مشعل راہ سمجھتی ہیں۔ وہ سب سے پہلے ان رہنماؤں کے افکار کو جمع کرتی ہیں، پھر ان کی تشریح و تعبیر اور توضیح و تفسیر کا فرض انجام دیتی ہیں۔ ان مملکتوں کے صحیح الخیال افراد اپنے فکری رہنماؤں کے سوانح و افکار اکھا کرتے، پھر ان پر قومی تعمیر کی عمارت اٹھاتے ہیں مثلاً یورپی مملکتوں کے نظری غلبہ اور تہذیبی احیا میں جن لوگوں کے دماغی افکار جوہر حیات ثابت ہوئے یا جن سے یورپ کی فکری سیادت قایم ہوئی ہے' ان کے سوانح و افکار کو نہ صرف محفوظ کیا گیا، بلکہ اس سارے اثاثہ کو عالمی میراث بنا دیا ہے۔ بہ قول نپولین فرانس کا انقلاب کیا تھا؟ روسو! وکٹر ہیوگو نے کہا تھا، والٹیئر اور اس کی روح کو

سمجھنا اٹھارہویں صدی کی روح کو سمجھ لینا ہے۔ روس کا انقلاب بلاشبہ لینن اور اس کے رفقا کی شبانہ روز جدوجہد کا نتیجہ تھا لیکن اس کی عصری روح کارل مارکس نے مہیا کی، یورپ کی کوئی سی زبان اور کوئی سا ملک ان اکابر کے تذکرے سے خالی نہیں، ان کے افکار کی توضیحات وتشریحات کے علاوہ ان کے سوانح کی جزئیات وتفصیلات تک کا خزانہ موجود ہے۔ ایشیائی ملکوں کے مسلمان کئی صدیوں سے ذہنی شدائد کا شکار ہیں، ان کا سیاسی زوال انتہائی مہلک تھا، لیکن ان کے فکری سوتے عام ویرانی کے باوجود بھی خشک نہیں ہوئے۔ قدرت نے اکثر نازک مرحلوں میں ان کی دست گیری کی ہے۔ شاہ ولی اللہؒ اپنے زمانے سے بہت پہلے پیدا ہوئے لیکن آج ان کی ذہنی تاثیر بہر حال محسوس کی جا رہی ہے۔ انہیں موزوں آب و ہوا ملتی تو ہندوستان اسلامی سلطنت سے محروم نہ ہوتا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا فکری کارنامہ معمولی نہ تھا۔ افسوس کہ انھیں ایک ایسی قوم ملی جس کا مزاج بگڑ چکا تھا تاہم اس کے نتائج نمایاں ضرور ہوئے۔ سید جمال الدین افغانی کے ہمہ گیر اثرات سے انکار ناممکن ہے، لیکن انہیں بنجر زمین ملی۔ جن مسلمان ملکوں سے ان کا واسطہ رہا وہ سیاسی طور پر بیمار تھے۔ انہیں اب تک یہ توفیق نہیں ہوئی کہ ان کے افکار وسوانح جمع کریں۔

اقبالؒ کے غیر ثقہ راوی اور مصنف:

اقبالؒ نے مقابلتاً سازگار زمانہ پایا، ساری دنیائے اسلام کے پاس ان کا ہم پایہ عصری مفکر نہیں، لیکن ان کے پاکستان کے فکری موسس ہونے پر تو ہمیں ناز ہے، لیکن ان کے نام پر اب تک جو کچھ ہوا ہے اس سے ان کی عصری روح ہی آشکار نہیں ہوتی اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کی حقیقت بھی معلوم ہے۔ چند لوگ جو اقبالؒ کے زمانہ حیات میں کہیں نظر نہیں آتے تھے اب ان کے نام پر قائم شدہ اکادمیوں کے وارث بن کر اپنی شخصیت قائم کرنے کی تگ و دو میں منہمک ہیں۔ پاکستان سے پہلے ان لوگوں نے اقبالؒ سے اپنے روابط کا ذکر کبھی نہیں کیا

اور نہ ہی ایسی کوئی روایت موجود ہے۔ ان کی زندگی میں گویا ان کا وجود ہی نہیں تھا۔ اقبالؒ کے خطوط چھپ چکے ہیں، کسی خط میں ان کا نام تک نہیں، کوئی حوالہ نہیں، کوئی اشارہ نہیں، کوئی استفسار نہیں، ان کا تذکرہ ہی سرے سے مفقود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے قلم سے جو کچھ نکلا ہے، فن روایت کے اعتبار سے اتنا بودا ہے کہ افکار و سوانح کا پورا کارخانہ مخدوش ہوگیا ہے۔ رہا پیغام اور اس کی مسئولیتوں کا سوال تو اس باب میں اقبالیین کی سرکاری صف (الا ماشاء اللہ) اپنا اعتماد کھو چکی ہے۔ ان لوگوں نے افکارِ اقبالؒ کے متعلق خیانتِ مجرمانہ کا ارتکاب کیا ہے۔ پاکستان میں سیرتِ اقبالؒ (طاہر فاروقی) اور ہندوستان میں اقبالؒ کامل (عبدالسلام ندوی) کے سوا کوئی سی کتاب بھی سوانح پر تاہل اعتماد نہیں۔ عام مولفین نے یا تو اپنے خیالات کی نمائش کی ہے یہ بعض غیر ضروری پیوند لگا کر سوانح کو مجروح کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ان لوگوں نے محنت سے جی چرایا اور صرف ستائش باہمی کی بنیاد پر رقم کثیر حاصل کی ہے یا پھر کسی خاص ادارے، فرد اور نظریے کو ملحوظ رکھا ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم جو زندگی بھر خلافت اقبالؒ کی مسند پر فائز ہونے کے دعوے دار رہے اپنی ضخیم کتاب میں لکھتے ہیں:

(ا) اقبالؒ کے ہاں مغربی تہذیب کے متعلق زیادہ تر مخالفانہ تنقید ہی ملتی ہے اور یہ مخالفت اس کے رگ و ریشہ میں اس قدر رچی ہوئی ہے کہ اپنی اکثر نظموں میں جا و بے جا ضرور اس پر ایک ضرب رسید کر دیتا ہے، مجموعی طور پر اثر ہوتا ہے کہ اقبالؒ کو مغربی تہذیب میں خوبی کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا، اس کے اندر باہر فساد ہی فساد دکھائی دیتا ہے، گویا یہ تمام کارخانہ ابلیس کی تجلی ہے۔ بعض نظمیں تو خالص اسی مضمون کی ہیں۔ اپنی غزلوں میں بھی حکمت و عرفاں، تصوف اور ذوق و شوق کے اشعار کہتے کہتے یوں ہی ایک آدھ ضرب مغرب کی رسید کر دیتے ہیں۔ ''بالِ جبریل'' کی اکثر غزلیں بہت ولولہ انگیز ہیں۔ لیکن اچھے اشعار کہتے کہتے ایک آدھ شعر میں فرنگ کے متعلق غصہ اور بے زاری کا اظہار

کر دیتے ہیں اور پڑھنے والے صاحب ذوق انسان کو دھکا سا لگتا ہے کہ فرنگ عیوب سے لبریز سہی، لیکن یہاں اس کا ذکر نہ کیا جاتا تو اچھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصفا آب رواں کا لب جو بیٹھے لطف اٹھا رہے تھے کہ اس میں یک بیک ایک مردہ جانور کی لاش بھی تیرتی ہوئی سامنے آ گئی۔

(فکر اقبالؒ صفحہ 201)

(۲) مغرب کے خلاف اقبالؒ نے اس قدر تکرار کے ساتھ لکھا ہے کہ پڑھنے والا اس مغالطے میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ اقبالؒ بڑا مشرق پرست، جامد ملا اور رجعت پسند ہے۔

(فکر اقبالؒ صفحہ 215)

(۳) اقبالؒ نے جو تنقید مغرب پر کی ہے اس سے کہیں زیادہ خود مغربی مفکرین نے اپنے عیوب گنوائے اور ان کے علاج تجویز کیے ہیں۔

(فکر اقبالؒ صفحہ 218)

(۴) بال جبریل میں ایک شعر ہے:

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے
فرنگ رہ گزرِ سیلِ بے پناہ میں ہے

خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:

''چلو قصہ تمام ہوا ہم تو ڈوبے تھے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔''

(فکر اقبالؒ صفحہ 223)

اور یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ مُسلّمہ اصول ہے کہ جن ملکوں میں بھی اکابر کے نام پر اکادمیاں قایم کی جاتی ہیں، وہاں اہل علم ان شخصیتوں کے افکار کی تردید میں نہیں بلکہ تائید میں قلم اٹھاتے ہیں، ان کا مشن تنسیخ نہیں توسیع ہوتا ہے، لیکن ہمارا معاملہ الٹ ہے۔ یہاں ذکر

اقبالؒ یک پردے میں فکرِ اقبالؒ کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ یہ ایک حادثہ ہے کہ اپنے وجود کے اثر ونفوذ کے لیے بعض لوگ نام اقبالؒ پر پرورش پا رہے ہیں۔ اقبالیات میں ان کے قلم سے کوئی اضافہ نہیں ہوا، البتہ ذکر اقبالؒ سے ان کے شکم کی فربہی ضرور بڑھتی ہے۔ اقبالؒ نے جس فکر وعمل سے روکا وہی ان کا شعار ہو گیا مثلاً قوالی کو اقبالؒ نے طبعِ مشرق کے لیے افیون کہا، سرکاری توشہ خانوں میں ذکر اقبالؒ قوالی ہی سے شروع ہوتا ہے۔ ہر وہ چیز جو اقبالؒ نے منسوخ کی ہے، اقبالیین کے اس گروہ کا مقصود بن گئی ہے۔ ان بزرجمہروں کی زد سے افکارِ اقبالؒ کی بنیادیں تک محفوظ نہیں۔ فکرِ اقبالؒ کے عناصر خمسہ جن کا تشریحی ذکر اوپر آیا ہے ان کے علم ونظر سے باہر ہیں۔ کسی عنصر پر کچھ لکھا ہے تو تشنہ رہ گیا ہے یا سرے سے غور ہی نہیں کیا، عموماً اپنے مذاق کے مطابق افکار اقبالؒ کی خانہ بندی کی ہے۔ سب سے بڑی خرابی جو ان کی معرفت سے پیدا ہوئی ہے وہ اقبالؒ کے نام پر بعض افراد کی خانہ ساز روایتیں اور وضع کردہ حکایتیں ہیں۔ اقبالؒ کی زندگی میں ان لوگوں کا وجود ہی نہیں تھا، پاکستان بنا تو ایکا ایکی انہیں اپنے مورخ، محقق اور راوی وناظر ہونے کا گمان ہوا۔ نتیجتاً ان کا سیاسی ذوق ایک خاص فکری میراث کو محیط ہو گیا، جو چیز انہیں پسند آئی اور جس خیال کو اپنے مقاصد کے لیے اہم پایا، اس پر اپنے ڈھب کی عمارت بنا دی۔ جو چیز ان کے حسب حال نہ تھی اس سے قطع نظر کر لیا، خواہ اس کا رشتہ کلام اقبالؒ کی اصل بنیاد سے تھا۔

اصول سوانح نگاری:

سوانحی خطوط کے متعلق ایک چیز واضح ہے کہ صاحب سوانح نے اپنے بارے میں جو لکھا ہو، اس پر انحصار کیا جائے۔ قیاسی باتیں اور مصنوعی روایتیں درج نہ کی جائیں۔ غیر ثقہ راویوں پر مطلقاً انحصار نہ کیا جائے اور اگر سلسلہ روایت میں کوئی شخص غیر معتبر ہے تو اس کے ردوقبول کا معیار متررہے، لیکن اقبالؒ کی ہم نشینی اور افکار کی خوشہ چینی کے متعلق راویوں کی ایک جماعت جس کی پیدائش ان اکادمیوں کی معرفت ہوتی ہے، اتنی غیر ثقہ ہے کہ بسا

اوقات اس کے وجود پر حیرت ہی نہیں افسوس ہوتا ہے۔ سوانح کے علاوہ افکار کا معاملہ اور بھی نازک ہے۔ یہ تو صحیح ہے کہ ایک نظریے کی صداقت کو بیان کرنے کے لیے مختلف پہلو اختیار کیے جائیں۔ خود علامہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اشعار کے معنی بیان کر کے لوگوں کے ذہنوں کو محدود نہیں کرنا چاہتا، لیکن یہ اساساً غلط بلکہ مجرمانہ خیانت کے مترادف ہے کہ افکار کی تشریح و تعبیر میں اپنا قلم لگایا جائے اور اس انداز سے گل کاریاں کی جائیں کہ توثیق سے تنسیخ اور اقرار سے انکار کا پہلو پیدا ہو۔ اس باب میں ان لوگوں کا رویہ غایت درجہ افسوس ناک ہے۔ اوّل تو ان لوگوں نے محرکات و اساسات ہی سے قطع نظر کیا ہے جو افکار اقبالؒ کی روح ہیں۔ دوم جن خیالات کا اظہار اپنی خواہش پر کیا ہے اُن کا غالب حصہ اقبالؒ کی نفی پر ہے۔ اقبالؒ کے افکار میں غزل کے معمولات نہیں کہ جو شخص جیسی طبیعت لے کر آیا ہے اسے محسوس ہو کہ ٹھیک ٹھیک اسی کا عکس ہے۔ شاعری کا عام تصور اہتزازِ نفس پر ہے۔ اقبالؒ کا مقصد شاعری کے عام مقصد سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھا۔ غزل میں ذوق کی بوقلمونی ہی حسن ہے۔ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق حظ اٹھاتا ہے لیکن فکر کے معاملہ میں شخصی استعداد کو اس حد تک گوارا کیا جا سکتا ہے جس حد تک کہ سامع یا قاری کے اپنے فہم کی نشان دہی ہو۔ اس سے آگے الجھاؤ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ فکر انفرادی نہیں اجتماعی ہوتا ہے۔ شعر کی طرح اس کے تاثرات شخصی نہیں ہوتے۔ شاعر کی انفرادی رُوح اجماعی ہو کر بھی انفرادی ہی رہتی ہے، لیکن شاعری ایک تحریک یا دعوت کی شکل اختیار کرتی ہے تو اس کی اجتماعیت بڑی احتیاط چاہتی ہے۔ کیوں کہ اس پر ایک ملّت، ایک جماعت اور ایک تحریک کے نشوونما پانے کا انحصار ہوتا ہے۔ اقبالؒ نے شاعری اور شاعری کے علاوہ اپنے خطبات یا خطوط میں جو کچھ کہا ہے، رنگا رنگی کے باوجود اس میں یکسانی ہے۔ تضاد ان لوگوں کے ذہنی رویہ میں ہے جو اقبالؒ کی شاعری پر قلم اٹھاتے ہیں، لیکن ان کے نثری افکار تک نہیں پہنچتے۔ نتیجتاً بعض جگہ شدید

ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اقبالؒ نے اپنے خطوط وخطبات میں اکثر وبیش تر اپنے شعری وفکری دھاروں پر روشنی ڈالی ہے، جس سے ان کا تاثر واحساس واضح ہوجاتا ہے۔ اقبالیین کی زیرِ بحث جماعت نے اس سے استفادہ ہی نہیں کیا یا اغماض برتا ہے یا خاص مقاصد کو ملحوظ رکھا ہے۔ اقبالؒ نے جو کچھ اپنے خطبات میں کہا اور جو چیز ان کے نثری نکات اور بعض مسائل کے متعلق ان کا ذوقِ تجسس ان کے شاعرانہ ضمیر سے اس طرح ہم آہنگ ہے کہ خارجی استدلال کی ضرورت ہی نہیں۔

اقبالؒ کی ایک محرومی:

بعض ذہنی فاصلوں کی وجہ سے اقبالؒ کو ایسے رفقا کی جماعت ہی میسر نہ آسکی جو ان کے لیے سرگرم کار رہوتی۔ انہیں سرسید کی طرح کے رفقا مل جاتے، کوئی ندوہ مل جاتا، شاہ ولی اللہ کی طرز کا گھرانا مل جاتا، شبلی کے شاگردوں کی سی جماعت مل جاتی اور ان میں کوئی سلیمان ندوی ہوتا، تو اقبالؒ کی تحریک کب سے اپنے برگ وبار پیدا کرچکی ہوتی۔ لیکن اصل حادثہ یہ ہے کہ اقبالؒ جس کا اوڑھنا بچھونا اسلام تھا اور جس کے فکر کا نصب العین اسلام ہے، اس کی متاعِ فکر ان لوگوں کے تصرف میں آگئی ہے جو اسلام سے زیادہ اقبالؒ کے ہم نوا اور اقبالؒ کے مقابلہ میں اپنے ہم خیال ہیں۔ یہ لوگ اقبالؒ سے مخلص ہوتے تو ان کے نام پر اپنی نمائش نہ کرتے، بلکہ اقبالؒ ہی پر قلم اٹھاتے۔ بہت سے مباحث اقبالؒ کے غور وفکر کا محور رہے اور وہ ان پر بہت کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن نہ لکھ سکے۔ تا آنکہ ان کی زندگی ختم ہوگئی۔ ان کے کلام میں کئی موضوع ہیں جن پر تحقیقی کام ہوسکتا ہے، لیکن نہیں ہورہا ہے۔ اقبالیین میں سے کسی نے اس طرف تو یہ ہی نہیں کی۔ ڈاکٹر سید محمد عبد اللہ نے اس تشنگی پر کئی مقالے لکھے اور کچھ عنوان بھی تجویز کیے، لیکن خلا اسی طرح موجود ہے۔ یہ کام ایسا ہے کہ ایک ادارہ ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ جو ادارے اقبالؒ کے نام پر قائم ہیں، اس لائق ہی نہیں اور جن

لوگوں میں اس کی استعداد ہے، انہیں حالات کی بے سروسامانی نے گھیر رکھا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اقبالؒ کے افکار و سوانح میں جن عنوانوں پر لکھا جا سکتا ہے، ان کی تعداد سو سے زائد ہے۔ ہر موضوع کتاب سے کم نہیں، لیکن کم عنوان ہیں جن پر لکھا گیا ہے۔ اقبالین ان موضوعات پر قلم اٹھاتے تو کلامِ اقبالؒ کی بے شمار دقتیں سہل ہو جاتیں۔ ان کی بعض سوانح عمریاں سیرت نگاری کا اچھا نمونہ ہیں، لیکن ان میں بھی تشنگی موجود ہے۔ کسی نے کوشش ہی نہیں کی کہ ان لوگوں سے ملیں، جو علامہ اقبالؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیض اٹھاتے تھے۔ اس کے برعکس جنہیں زندگی میں ایک آدھ دفعہ ڈیوڑھی پر کورنش بجا لانے کا موقع ملا، اقبالؒ کے سیرت نگار ہو گئے ہیں۔ خود ہی مؤلف، خود ہی راوی اور خود ہی مرتب۔ چودھری محمد حسین ایم اے عمر بھر علامہ کے ساتھ رہے، ان سے بہت کچھ مل سکتا تھا۔ کسی نے زحمت نہ کی، وہ خود ملازمت سے سبک دوشی کے بعد اقبالؒ پر بہت کچھ لکھنا چاہتے تھے لیکن زندگی ہی سے سبک دوش ہو گئے اور اس طرح بہت سی چیزیں ان کے ساتھ ہی دفن ہو گئیں۔ کچھ لوگ ابھی زندہ ہیں جن کے اقبالؒ سے روابط تھے۔ ان سے سوانح و افکار کی بعض کڑیاں دریافت کی جا سکتی ہیں، لیکن کسی گوشہ میں کوئی احساس نہیں۔

مطالعۂ اقبالؒ اور جہالت و سیاسی عصبیت:

جن لوگوں نے مخصوص عصبیتوں کے تحت اقبالؒ پر قلم اٹھایا اور اس کے فکر و نظر کو بڑی ہوشیاری سے تاراج کیا ہے، اصل خطرہ انھی لوگوں سے ہے۔ اس گذارش کے تین پہلو ہیں:

اولاً: مطالعہ اقبالؒ کی سہولت کے لیے فرہنگ تیار کی جائے، جس میں ان کے موضوعات و مندرجات اور افکار و مطالب کی تشریحات و توضیحات کا پورا پورا علم ہو۔

ثانیاً: جس اساس پر فکرِ اقبالؒ کی عمارت کھڑی ہے، اُس کا علم اور اس کی معرفت حاصل کی جائے۔

پروفیسر آل احمد سرور کو ایک خط میں لکھا ہے:

''میرے کلام پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے پہلے حقائق اسلامیہ کا مطالعہ ضروری ہے۔''

جن لوگوں نے کلام اقبالؒ پر ''ناقدانہ'' نگاہ ڈالی ہے اُن میں سے اکثر حقائق اسلامیہ سے بے بہرہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اقبالؒ کو سمجھنے اور سمجھانے میں بہت سی بنیادی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ یہ لوگ قرآن سے نابلد ہیں۔ حدیث کا فہم نہیں، سیرت سے بیگانہ اور سُنّت کا اُنہیں شعور نہیں۔ اسلام کو جن داخلی فتنوں سے دوچار ہونا پڑا، اُن کے مضمرات سے اُنہیں شناسائی نہیں اور نہ اس بارے میں بصیرت رکھتے ہیں مثلاً اقبالؒ نے مروّجہ تصوف پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ وہ اس کا تجزیہ کرنے اور تاریخ لکھنے کے آرزومند تھے۔ ایک حصہ لکھ بھی چکے تھے، لیکن ان کی رحلت کو تیس سال ہو چکے ہیں، کسی نے اس پر غور نہیں کیا۔ کوئی سلیمان ندوی نہیں جو اس شبلی کا سچا جانشین ہو۔ ان لوگوں نے اقبالؒ کے مشن کو آگے نہیں بڑھایا، بلکہ روکا ہوا ہے اور اس کی روح کو بدل رہے ہیں۔ بعض مباحث جو علامہ کی تمام زندگی کا حاصل تھے اور ان کی نظریں عمر کے آخری دنوں میں انھی مسائل پر لگی ہوئی تھیں، ان لوگوں نے اس طرف توجہ ہی نہیں کی۔ بعض سیاسی پہلو ہیں جنہیں اپنی خاص مصلحتوں کا موضوع بنا لیا ہے مثلاً مولانا حسین احمد مدنی (علیہ الرحمتہ) کی جو بحث ہوئی اس کو ان سرکاری عالموں نے بہت ہوا دی ہے۔ حتیٰ کہ ان کے قلم سے صلحائے ملت کے کفن بھی محفوظ نہیں رہے۔ مولانا مدنی کی وضاحت کے بعد علامہ نے شخصی بحث کا خاتمہ کر دیا تھا۔ موضوع علمی تھا لیکن ان لوگوں کی سیاسی زبان درازیاں ختم ہی نہیں ہوتی ہیں۔

اقبالؒ، ملا اور بے دین دانش مند:

سب سے بڑا فتنہ جو ان لوگوں کی وجہ سے پیدا ہوا، وہ ہے ''کلامِ اقبالؒ میں ملّا پر تنقید'' اس خانوادۂ حکومت نے اس کو علما کے خلاف استعمال کیا ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم کا کتابچہ

''ملا اور اقبالؒ'' اس سازش ہی کی شرم ناک داستان ہے۔اس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی مقالہ یا کتاب اقبالؒ کی روح کے خلاف ہو۔ڈاکٹر سید محمد عبداللہ جو پاکستان میں اقبالؒ کی فکری روح کے شناسا ہیں، اپنے ایک مقالہ میں ''اقبالؒ اور ملا'' کی چھتاڑ کر چکے ہیں۔انہوں نے لکھا ہے کہ اقبالؒ کے ملا اور خلیفہ عبدالحکیم کے ملا میں کوئی مناسبت نہیں۔اقبالؒ کا ملا اصلاً وہ شخص ہے جو علم دین نہیں رکھتا، لیکن عالم دین بنتا ہے۔اس میں خود خلیفہ صاحب بھی آ جاتے ہیں۔ملا کے خلاف اس مہم کا نقصان اسلام کو پہنچ رہا ہے۔ملا کشی کا عمل یوں ہی رہا تو اسلاف میں سے کوئی ایک بزرگ بھی نہ رہے گا جس کا نام عزت سے لیا جا سکتا ہو۔

ملا سے کہیں زیادہ اقبالؒ نے مغربی تعلیم کے مشرقی مفلسوں پر تنقید کی اور انہیں ''بے دین دانش مند'' کہا ہے۔اُن کے نزدیک مرگھٹ کا کوا اُن سے بہتر ہے۔لیکن اقبالؒ کے سرکاری شارحین نے کلامِ اقبالؒ کا یہ حصہ ہی منسوخ کر دیا ہے۔ان کے قلم گنگ ہیں کہ اقبالؒ کے ہاں اہل مدرسہ کون تھے؟ کن لوگوں نے طلبہ کا گلا گھونٹا، کہ ان کی آوازیں لا الٰہ الا اللہ سے محروم ہو گئی ہیں، شاہینوں کو خاک بازی کی تعلیم کون دے رہا ہے؟ اور وہ لوگ کون ہیں جن سے مکتب مذبح ہو گئے ہیں۔ملا کا ذہنی انحطاط بجا، اس سے انکار نہیں مگر کن لوگوں کے متعلق اقبالؒ نے کہا ہے:۔

اگر ایں آب و جا ہے از فرنگ است
جبینِ خود منہ جُز بر درِ او
سریں راہم بپوشش دہ کہ آخر
حقی دارد بہ خر پالان گرِ او

اقبالؒ، ملوکیت اور اسلام کی سیاسی سرگزشت:

اقبالؒ نے ملا کے علاوہ ملوکیت کے متعلق بھی بہت کچھ لکھا اور اس کے اعضاو

جوارح اور مقاصد و مطالب پر سخت تنقید کی ہے، لیکن اقبالؒ کے ان جوارح نے اس حصہ کو چھوا تک نہیں۔ قادیانیت کے متعلق اقبالؒ نے جو لکھا وہ یکسر نظر انداز کر دیا ہے، حالاں کہ اقبالؒ کی انھی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام پر جو افتاد بھی آئی ہے اور جس کی تاریخ کئی صدیوں تک چلی گئی ہے، اپنے اندر کیا زہر رکھتی ہے؟ اقبالؒ نے اسلام کی دینی تاریخ اور سیاسی سرگزشت کے اتنے پہلو بیان کیے ہیں کہ اسلام کے تاریخی لٹریچر میں اس موضوع پر غالباً جامع مقالہ آج تک نہیں لکھا گیا۔ اس مقالے سے کئی مباحث پیدا ہوئے، جن پر مستقل کتابیں لکھی جا سکتی ہیں، لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، اقبالین کا بیشتر حصہ اس موضوع کو چھیڑنا رواداری کے خلاف سمجھتا ہے اور یہ رواداری اس انسان کی ہے، جو اپنے اوضاع و اطوار کی حفاظت کرنے سے محروم ہوتا ہے۔ ان کی سیاسی مصلحتیں ذاتی منفعتیں اور علمی محرومیاں اس بے حسی کا باعث ہیں۔ یہ لوگ اقبالؒ کے ان افکار کو ان کے وقتی اضطرار کا حصہ کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں اقبالؒ بعض سیاسی تنظیموں کی ترغیب میں آ گئے تھے۔ گویا اقبالؒ نے اپنا ذہن دوسروں کے سپرد کر رکھا تھا اور وہ دینی مطالبے جو مسلمانوں کی وحدت کو برقرار رکھتے ہیں، ان کے دماغ میں خارج سے آئے تھے۔ اقبالؒ نے ایک جگہ نہیں کئی جگہ اپنے خطبات و خطوط میں لکھا ہے کہ:

''میں نے کبھی کسی دوسرے شخص کے ضمیر کی پیروی نہیں کی''۔

میں اس آدمی کو اسلام اور انسانیت کا غدار سمجھتا ہوں، جو دوسرے کے ضمیر کی پیروی کرتا ہے۔

اقبالؒ اور قادیانیت:

اقبالؒ کے ان شارحین کو اصرار ہے کہ اقبالؒ نے قادیانیت پر جو کچھ لکھا اور عمل کیا اس کا تعلق احرار قادیانی نزاع سے ہے۔ علامہ، احرار کے چنگل میں آ گئے تھے گویا

قادیانیت کا مسئلہ اسلام کا مسئلہ نہیں احرار کا مسئلہ ہے اور علامہ اسلام سے نہیں احرار سے متاثر تھے۔ اس تاثر کو انھوں نے اسلام کا نام دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک وہ کیا معیار ہے جس سے معلوم ہو کہ فلاں افکار پر اقبالؒ نے سوچا اور فلاں افکار پر خارجی اثرات کی مہر لگی ہوئی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جن افکار کی ان لوگوں کو بوجوہ ضرورت ہے، وہ ان کے نزدیک اقبالؒ کے ہیں اور جن کی انھیں ضرورت نہیں، وہ اقبالؒ کا منسوخ حصہ ہیں۔ اس بارے میں کامل احتیاط کے ساتھ یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک مجرمانہ ذہنیت ہے۔

فکرِ اقبالؒ کے مآخذ:

فلسفۂ خودی، انسانِ کامل، فرد، جماعت، مملکت، تمدن، نظامِ معیشت، نظامِ معاشرت، تہذیب، ادب، طبیعی اور مابعد الطبیعی نظریات کے متعلق اقبالؒ نے سینکڑوں باتیں کہی ہیں، لیکن خوردہ گیروں کو اصرار ہے کہ اقبالؒ نے ان نظریات کی نیو مغربی مفکرین کے تصورات سے اٹھائی ہے، حتیٰ کہ اقبالؒ کا مردِ مومن بھی ان کے نزدیک نطشے کے فوق البشر کا چربہ ہے۔ ان کی نظریں ''مثنوی اسرار و رموز'' پر ہوتیں تو اس قسم کی ٹھوکریں نہ کھاتے، لیکن ایسی ٹھوکریں ان کے ہاں عام ہیں۔ اس مثنوی کے اواخر میں حضرت علامہ نے حضور رحمۃ العالمینؐ سے عرض کی ہے:

ای بصیری را ردا بخشندہ ئی
بربطِ سلما مرا بخشندہ ئی
گر دلم آئینۂ بی جوہر است
ور بحرفم غیرِ قرآں مضمر است
پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن

ایں خیابان را ز خارم پاک کن

روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا

بی نصیب از بوسۂ پا کن مرا

اس واضح اقرار و اظہار کے باوجود اقبالین کی اس شکمی جماعت کو اصرار ہو کہ اقبالؒ نطشے کا خوشہ چیں تھا یا اس کے افکار کا اثباتی پہلو مغربی مفکروں کی دماغی صحبتوں کا نتیجہ ہے، تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کی جماعت احساس خودی سے محروم ہے۔ ان کا علم خار و خس سے آگے نہیں بڑھا۔ "ارمغانِ حجاز" کے اس قطعہ میں اقبالؒ نے اسی گروہ سے کہا ہے:

زمن گیر ایں کہ مردی کور چشمی

ز بینائی غلط بینی نکوتر

زمن گیر ایں کہ نادانی نکوکیش

ز دانشمند بے دینی نکوتر

غرض ان آشفتہ مغزوں کو اقبالؒ نے جن الفاظ میں یاد کیا، ان الفاظ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے نہاں خانۂ تخیل میں ان لوگوں کا مقام کیا ہے؟
(۱) بتانِ وہم و گماں (۲) زناریٔ برگساں (۳) خان زادگان کبیر (۴) نقشِ فرنگ (۵) نیام تہی (۶) وجودِ محض (۷) مرکب ایام (۸) فتنۂ عصر (۹) مور و مگس (۱۰) اب گور (۱۱) ارواحِ خبیثہ (۱۲) بیگانۂ خودی (۱۳) داشتۂ فرنگ (۱۴) بندگانِ معاش (۱۵) غارت گر دین (۱۶) قمار باز (۱۷) مردِ بے کار (۱۸) زن تہی آغوش (۱۹) رات کا شہباز (۲۰) ادراک فروش (۲۱) ابلیس زادے (۲۲) سوداگرانِ مے و قمار (۲۳) تاجرانِ زنانِ بازاری (۲۴) جان بھی گرو غیر بدن بھی گرو غیر (۲۵) کنیز اہرمن، دوں نہاد و مردہ ضمیر (۲۶) مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس (۲۷) جوانانِ خاک باز (۲۸) کرگس

(۲۹) شکم پرست (۳۰) پرکاروسخن ساز (۳۱) صیدِ ظن و تخمین (۳۲) ذرّیتِ افرنگ (۳۳) مُملّا (۳۴) نگاہش نقشبند کافری ہا (۳۵) سلطانی بہ شیطانی بہم کرد (۳۶) بینائے غلط بین (۳۷) بے دین دانش مند (۳۸) فروتر از زاغ و خمہ (۳۹) خرِ استعمار (۴۰) چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر (۴۱) نہ معرفت نہ محبت نہ زندگی نہ نگاہ (۴۲) زاغ دشتی (۴۳) جہلِ مرکب (۴۴) حشیش فروش (۴۵) شرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بے زار (۴۶) شکارِ مردہ (۴۷) ہم نفسانِ خام (۴۸) مفلسانِ شعر۔

(۱) اقبالؒ کی فکر کا مدار کن عناصر پر ہے۔ ان سب عناصر کا نصف صدی کے دماغوں پر اثر ☆ مطالعۂ اقبالؒ کی گم شدہ کڑیاں ☆ اقبالؒ کا تصورِ عشق ☆ اقبالؒ اور تصوف ☆ اقبالؒ اور تعلیم ☆ اقبالؒ اور تہذیب حاضر ☆ اقبالؒ اور جمہوریت ☆ اقبالؒ اور اشتراکیت ☆ اقبالؒ اور وطنیت ☆ اقبالؒ کا نظریۂ ادب ☆ اقبالؒ کے محبوبین ☆ اقبالؒ کے معتوبین ☆ اقبالؒ کے معترضین ☆ اقبالؒ کا اسلامی مفکروں میں مرتبہ و مقام ☆ اقبالؒ اور سیاسیات مطلقہ ☆ اقبالؒ اور عصری سیاست۔

یہ فہرست قطعی نہیں، ایک سمندر اور اس کی موجوں کا سوال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبالؒ کی ذہنی سرگزشت قرنِ اوّل کے اسلام سے لے کر نشاۃِ ثانیہ کے اس زمانے تک پھیلی ہوئی ہے اور اس میں افکار و مطالب کی سینکڑوں راہیں مخفی و آشکار ہیں۔

ان گزارشات کا پہلا حصہ اقبالؒ کے ان مباحث کا ہے، جو اقبالؒ کے زیرِ قلم اور زیرِ غور رہتے یا جن کے متعلق انھوں نے دوسروں کو لکھا۔

(۱) ان میں سے بعض موضوع اتنے اہم ہیں کہ ان کے متعلق ہمیشہ ہی مضطرب رہے لیکن ان کی رحلت مانع ہو گئی مثلاً (Islam as I Understand It) (اسلام جیسا کہ میں نے اسے سمجھا) اس موضوع پر قلم اٹھانے کے لیے بے تاب تھے۔ ان کا ذہن بھی

تیار ہو چکا تھا، سید راس مسعود کو تو اتر سے لکھتے رہے لیکن ع

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

(۲) غالباً یہی کتاب ہے جس کا ذکر میاں محمد شفیع نے ایک دوسرے نام سے کیا ہے۔

"Introduction to the Study of Islam" (مطالعۂ تعارفِ اسلام)

میاں صاحب نے وہ اشارات بھی شائع کیے ہیں، جو علامہ اقبالؒ کے اپنے قلم سے ہیں۔ ان اشارات میں ایک محقق کے لیے بشرطے کہ اس کا ضمیر اسلامی ہو، بہت کچھ ہے۔

ان کے اشارات کا متن یہ ہے:

الف۔ اسلام کا مطالعہ ضروری ہے۔

ا۔ اس میں قوت اور زندگی ہے۔

تاریخ میں کئی مواقع ایسے آئے ہیں جن میں اسلام نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس میں ایسی قوت موجود ہے کہ وہ ان غیر اسلامی عناصر سے اپنا دامن پاک کر لے جو اس میں خارج سے داخل ہو گئے ہیں۔

نئی تحریکات......؟

مجھے ان پر زیادہ بھروسا نہیں لیکن یہ اس اندرونی اضطراب اور پریشانی فکر و نظر کی غماز ضرور ہیں، جو مسلمانوں میں پیدا ہو چکی ہیں۔

۲۔ اسلام، عصرِ حاضر اور سلطنتِ برطانیہ

ب۔ اسلام اور سلطنت

عربوں نے روم اور ایران کو تو تباہ کر دیا لیکن (پھر خود) شہنشاہیت قائم کر دی۔ سلطنت سازی کے اسباب۔

ا۔ دینی حرارت، جس نے نوعِ انسانی کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے دل میں تڑپ پیدا کی۔

۲۔ جوع الارض

اسباب کچھ بھی ہوں اس کا نتیجہ اچھا نہ نکلا، سلطنت کی فتوحات ان لوگوں کو اسلام کے دائرے میں لے آئیں جو قدیم مسلکِ خانقاہیت کے حامل تھے اور جنہیں اسپنگلر مجوسی کہہ کر پکارتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام زمانہ قبل از اسلام کے مذہب میں تبدیل ہو کر رہ گیا اور اس میں تمام (غیر اسلامی) مذہب و مسالک کے متنازعہ فیہ مباحث شامل ہو گئے۔ لہٰذا حقیقی اسلام کے آگے بڑھنے کے بہت کم مواقع رہ گئے۔

ج۔ اسلام کے جدید طالبِ علم کی مشکلات۔

اسے انبار در انبار لٹریچر کے طومار میں سے گزرنا ہوگا اور قرآن کا گہرا مطالعہ کرنا ہوگا۔ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ اب میں نہایت دیانت داری سے کوشش کروں گا کہ جسے میں حقیقی اسلام سمجھتا ہوں، اسے آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔

د۔ اسلام کیا ہے؟

کیا یہ مذہب (Religion) ہے؟ اس لفظ (ریلیجن) کے مشتقاق، اس کا مقابل لفظ دین ہے، جسے قرآن نے استعمال کیا ہے یعنی قانون کی اطاعت۔ قدیم ایشیائی مذاہب کی خصوصیات۔

۱۔ قدیم مذاہب میں وحی کا تصور۔ ایک باطنی قسم کا طریقِ عمل۔

اسلام نے وہ بنیاد رکھی جس سے اسے سائنٹیفک طریق سے سمجھا جا سکتا ہے۔ (قرآن، ابنِ خلدون، تصوف)

۲۔ نجات

۳۔ اسلام اور عیسائیت کا تقابل

عیسائیت ترکِ دنیا کا عقیدہ (رہبانیہ)، غاریں، تہ خانے۔

اسلام (**اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ**) قرآن کریم سورۃ البقرہ 2:257

حضرت عیسیٰؑ بحیثیت ایک ولی (Saint) کے

۴۔ غیر مرئی اشیاء کا خوف (**لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ**) قرآن کریم سورۃ یونس 10:62

۵۔ اسپنگلر کی بعض باطنی تعلیمات (جلد دوم صفحہ 246، نیز مارٹیمین جلد اوّل)

۶۔ کائنات اور زمان کے غیر حقیقی ہونے کا عقیدہ (**مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا**) قرآن کریم: سورۃ آل عمران 3:191 (**هَلْ أَتٰى عَلَى الْاِنْسَان**) قرآن کریم: سورۃ الدھر یا انسان: 76:1

۷۔ تقدیر کا عقیدہ

۸۔ تھیا کریسی (مذہبی پیشواؤں کی حکومت) اسلام ان تمام مذاہب کے خلاف صدائے احتجاج تھا جو اس کے ظہور کے وقت دنیا میں موجود تھے۔

(المنتظر۔ جس کا انتظار کیا جا رہا ہے) کائنات بھی حقیقی، زمان بھی حقیقی (انبیا کا سلسلہ ختم ہو گیا) مملکت اور کلیسا کا تعلق

مملکت کیا ہے؟ نکاح کی طرح کا ایک معاہدہ

ہ۔ اسلام مذہب نہیں اس سے بہت کچھ زیادہ ہے خالی اور خارجی امن و سلامتی

ا۔ یہ انسان کو نسلی امتیازات سے بلند لے جاتا ہے (خارجی امن)

۲۔ اس کا مقصد معاشی مساوات ہے۔ داخلی تحفظ (صیانت)

و۔ خطبۂ اوّل کا اختتام

دو اختتامی توضیحات:

۱۔ اسلام کا پیغام

۲۔ اسلام، عیسائیت کا دشمن بلکہ رقیب بھی نہیں، تہذیب وتمدن کے معاملات میں اس کا رفیق ومعاون ہے۔

دوسرا خطبہ۔ اسلامی قانون

ڈکنسن کی کتاب (After Two Thousand Years) دیکھیے۔

مجوسی کلچر میں وحی ایک باطنی طریق کا نام ہے۔ اسلامی تصوف میں یہ باطنی طریق سائنٹیفک طریق سے سمجھا جاسکتا ہے۔

کیا یہ ''اخلاقیات اور جذبات کا امتزاج'' ہے؟

الف ۔مذہب

کیا اس سے مطلوب کسی قسم کی پرستش کے ساتھ ایک خدا یا بہت سے خداؤں پر ایمان ہے؟

بعض صورتوں میں خانقاہیت کا مسلک؟

۱۔ کیا یہ یکسر ترکِ دنیا اور اپنی توجہات کو دوسری دنیا پر مرکوز رکھتا ہے؟ (لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ)

۲۔ کیا یہ ''ماورائے حواس'' سے یگانگت ہے؟

ایک حد تک اس کا جواب اثبات میں ہے لیکن اس ''ماورائے حواس'' کی طرف اقدام، سائنٹیفک سپرٹ میں ہوگا۔ (ابن خلدون)

ختم نبوت کا تصور

۴۔ کیا یہ کوئی باطنی تعلیم ہے جو سینہ بہ سینہ آگے چلتی ہے؟ تمام قدیم مجوسی مذاہب

(اسپنگلر جلد دوم صفحہ 246 اسلام 11)

(قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ) قرآن کریم: سورۃ البقرہ 256:2

۵۔ مذہب؟ اس لفظ کا مآخذ؟ قرآن نے اس لفظ کو استعمال نہیں کیا۔

قرآن میں دین، منہاج، ملّت کے الفاظ آئے ہیں۔ملّت اور دین کے معنی کیا ہیں؟

(مارٹ مین۔جلد اوّل)

ب: اسلام تمام مذاہب کے خلاف (جن معنوں میں یہ لفظ قدیم زمانہ میں استعمال ہوتا تھا) صدائے احتجاج ہے۔

ا۔ ختم نبوت اسلام اور زمان (هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ.....) قرآن کریم: سورۃ الدھر: 1:76

۲۔ اسلام میں نجات کا تصور۔کیا یہ نجات دلانے کا مذہب ہے؟

۳۔ کوئی باطنی تعلیم نہیں۔

۴۔ خدا پر ایمان (غیب) نوعِ انسانی سے نسلی تفریق کا مٹانا معاشی مساوات (قُلِ الْعَفْوَ.....)

ج۔ کلیسا اور مملکت۔

کیا اسلام میں اُمت ایک فقہی تشخص (A Juristic Person) ہے۔

کیا اسلام میں مملکت ایک فقہی تشخص ہے؟

مملکت اور کلیسا کا تعلق۔

مملکت کیا ہے؟ نکاح کی طرح ایک معاہدہ

امیر (مملکت) شیخ الاسلام ہے وغیرہ وغیرہ

وراثتی ملوکیت مسلمانوں میں؟ پیشوائیت کی تاریخ کربلا؟ اس کا اثر؟

د: اسلام اور عورت

ہ: اسلام اور سرمایہ داری

ا۔ مجوسی کلچر کی رو سے وحی ایک باطنی طریق ہے، جس میں کوئی روح کسی انسان کے اندر داخل ہو جاتی ہے اور اس روح کی باتیں اس شخص کی زبان سے باہر آتی ہیں۔ اسلام میں وحی (آیت کا حوالہ دیجیے) حیات کی عالم گیر متاع ہے جس سے ایک فرد متمسک ہوتا ہے اور اس طرح سرچشمۂ حیات (تک جا پہنچتا ہے) اس کا اظہار تین طریقوں سے ہوتا ہے۔ اب یہ سلسلہ بطور ذریعۂ علم کے ختم ہو چکا ہے۔ اسلام میں مراقبہ (Contemplation) فکر اور عمل دونوں کو محیط ہوتا ہے۔ یہ اس دنیا کی حقیقی بنا سامنے لاتا ہے، جس میں نسل، قوم اور عقیدہ کے قدیم تصورات یکسر ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ نُور ہے **(اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ)** قرآن کریم: سورۃ النور: 35:24 یہ دنیا کو تاریکی سے نجات دلا کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ **اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ)** قرآن کریم سورۃ البقرہ 2:257

۲۔ لفظ نجات

نجات کیا ہے؟ کس بات سے چھٹکارا؟ انسانی ذات کی حدود سے چھٹکارا نہیں، شعور سے، تناؤ (Tension) سے بھی چھٹکارا نہیں، یہ کائنات میں ایگو کی (Relief) کا نام ہے۔

(ا) خدا کا تصور، رفیق کی حیثیت سے (بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی)

الف: نیند اضمحلال (Liberates) پیدا کرتی ہے۔ (لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ) سورۃ البقرہ: 255 (آیۃ الکرسی)

ب۔ شراب بھی ایسا ہی کرتی اور شعور کی توانائی کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔

ج۔ رقص بھی یہی کچھ کرتا ہے۔ یہ زمان و مکاں سے فرار کی راہیں ہیں جن سے منع کیا گیا ہے۔ تمھیں زمان و مکاں پر غالب آ جانا چاہیے (اِلَّا بِسُلْطٰنٍ) سورۃ الرحمٰن 55:33 یعنی فکر کے زور سے موجودات (Actuality) کو مسخر کر لینا (**تفکر فی خلق**

السمٰوات) مرئی موجودات یعنی زمان و مکاں کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔ جب ہم اشیا کو بطور اسباب و علل کے تعلق کے سمجھ لیں۔(**لَا خَوفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ** قرآن کریم: سورۃ یونس: 62:10) خوف جنتر منتر سے نہیں جاتا، بلکہ اس طرح جاتا ہے کہ ہم اشیائے کائنات کا اس طرح علم حاصل کریں کہ وہ قانونِ فطرت کی رو سے موجودات نظر آنے لگیں۔

د: کائنات کا علم بہ حیثیت ایک حرکت کے؟ تاریخ، تصوف۔

(۲) ایمان، امین، تحفظ

اسلام میں اصلاحی تحریک ابن تیمیہ، عبدالوہاب

بہائی اور احمدی (نبوت) قریب قریب مجوسی

سرسید احمد (عقلی تحریک)

تحریک جدید

المنتظر کی آمد:

ا۔ کوئی واپس نہیں آئے گا۔

۲۔ روایات (بخاری)

(۳) غرض مطالعۂ قرآن کا صحیح ذوق پیدا کرنے کے لیے ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ کبھی کبھی اس کا نام "Aids to the Study of Quran" بتایا کرتے۔ جتنے نظریے کا مستشرقین یورپ نے قرآن اور ادبیات اسلامی کے متعلق قائم کرر کھے ہیں، ان کا خیال تھا اس کتاب کے بعد ان کا زہر ختم ہو جائے۔ آج بھی عالم اسلام کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے۔

(۴) نطشے کی مشہور کتاب ہے (Thus spake Zarathustra) (بہ قول زرتشت)

علامہ چاہتے تھے اس رنگ میں بعض طبیعی اور مابعد الطبیعی حقائق و معارف پر لکھیں۔ اس کا اسلوب سوچ رہے تھے، ان کے ذہن میں نام تھا۔ (The Book on unknown Prophet)

(۵) زمانۂ حال کے جورس پروڈنس یعنی اصولِ قانون کی روشنی میں شریعتِ اسلامیہ کی صداقتوں کا انضباط، تصدیق اور تفسیر جس سے احکامِ قرآنی کی ابدیت معلوم ہو۔

(۶) ان کے خطوط سے بعض کتابوں کی ذہنی تیاری کا پتا چلتا ہے۔ بعض تحقیقی عنوان بھی قایم کیے تھے۔ بعض Views ایسے ہیں کہ اہلِ علم کی توجہ اور محنت سے بعض گم شدہ تاریخی حقیقتوں کا انکشاف ہوسکتا ہے مثلاً مستشرقین کے بارے میں یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ ان کے زہرِ روز ہر نے کیا اثر کیا ہے؟

(۷) اس برِعظیم میں جہادِ اسلامیہ کی تاریخ جس سے یہ معلوم ہو کہ ہندوستان میں سلطنت برطانیہ نے جہاد کے مفہوم و مقصد پر کس طرح ملمع چڑھایا اور کن لوگوں نے شرعی اور الہامی حیلوں سے انگریزوں کی وفاداری کا جواز پیدا کیا۔

(۸) شعرائے عجم کے ان تصورات کی تاریخ اور تجزیہ جن سے شعارِ اسلام کی تردید و تنسیخ ہوتی ہے لیکن جن کی دل فریبی اپنے اندرونی زہر کا احساس ہی نہیں ہونے دیتی۔

(۹) عربی اور عجمی اسلام کا موازانہ اور اس کے مضمرات پر محاکمہ جو عجمی اسلام کی بدولت برِعظیم کے مسلمانوں کو پیش آئے ہیں۔

(۱۰) تفسیرِ قرآن اور تعلیماتِ اسلام میں ہندی، یونانی اور مجوسی تخیلات کی کارفرمائیاں اور اس کے نتائج۔

(۱۱) تصوف کی تاریخ، تصوف کی حقیقت، تصوف کے اثرات، تصوف کے نتائج، تصوف کے آثار اور ان آثار کے عربی و عجمی ثمرات۔

(۱۲) برِ عظیم کے مسلمانوں کی ادبی، سیاسی، تہذیبی تعلیمی اور سیاسی تحریکوں کا جائزہ اور اس کے مثبت و منفی پہلو۔

(۱۳) اجتہاد کی غایت اور دانش وروں کی اس سے بے خبری۔ جو لوگ مغربی افکار کا جواز اسلام کی تعلیمات سے پیدا کرتے ہیں، وہ اجتہاد نہیں کرتے بلکہ فساد پیدا کرتے ہیں۔ اجتہاد و فساد کے ان تاریخی مظاہر کا جائزہ اور اس پر محاکمہ۔

(۱۴) جدید علم الکلام، اس کی تاریخ، اس کی ضرورت۔

(۱۵) زمان کی حقیقت، فلسفۂ اسلام کی تاریخ میں۔

(۱۶) مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کی عہد بہ عہد سرگزشت، ماضی سے مستقبل تک کے احوال و مظاہر اور آئندہ کا لائحہ عمل۔

(۱۷) سرمایہ دارانہ نظام کے ان قبائح کی تفصیلات، جن سے انسانی معاشرہ میں سخت بے چینی اور ہیجان پایا جاتا ہے۔ اس نظام کے ہاتھوں مسلمان مملکتوں کی تباہی، مسلمان اقوام کی بربادی اور اس ذہنی الحاد کا ظہور جس نے نئی پود میں مذہب سے برگشتگی پیدا کی ہے۔

(۱۸) اسلامی ریاست میں امیر کے اختیارات کا مسئلہ اور اس کے حدود! کیا مملکت میں امکان فساد پر بعض شرعی اجازتیں منسوخ یا ملتوی کی جاسکتی ہیں اور امیر بعض فرائض کو Revoke کرسکتا ہے؟

(۱۹) ملکیتِ زمین کا مسئلہ۔ قرآن کے نزدیک زمین کا مالک کون ہے؟ اسلامی فقہا کا مذہب اس بارے میں کیا ہے، اگر کوئی اسلامی ملک زمین کو حکومت کی ملکیت قرار دے تو یہ بات شرح اسلامی کے موافق ہوگی یا مخالف؟

(۲۰) مسلمانوں کے سیاسی زوال کے فکری اسباب۔

(۲۱) تاریخ کی مادی تعبیر اسلام کے خلاف ہے۔

(۲۲) اسلامی نسلوں کا جائزہ ان کے دل و دماغ کی خصوصیتیں مزاج وطبیعت کا اختلاف اور اس صورت حال کا ملّت اسلامیہ پر سیاسی وتہذیبی اثر اور اس کے برگ وبار۔

(۲۳) کیا مذہب ممکن ہے؟

(۲۴) کیا اسلام ایک فعال طاقت ہے اور ہم مستقبل کے معاشرے پر اس کے ذریعے اقتدار حاصل کر سکتے ہیں؟

(۲۵) قادیانی امّت کے معرضِ وجود میں آنے کا سبب، اس کی تشکیل کا پس منظر، برعظیم کے خاص حالات، انگریزوں کو تنسیخ جہاد کی غرض سے ربانی سند کی تلاش، اس تلاش میں میرزا غلام احمد کی دریافت یا تخلیق، قادیانی جماعت کی ملوکانہ مساعی اور انگریزوں سے غیر متزلزل وفاداری، اسلام کے بارے میں قادیانی پیغمبر اور اس کے حلیفوں کا منفی کردار، عامۃ المسلمین سے دین میں علیحدگی لیکن سیاسی طور پر ان میں رہنے پر اصرار۔

(۲۶) ہندوستان اور پاکستان کا نظام خانقاہی اور اس کے نتائج وثمرات۔

(۲۸) زوال بغداد کے زمانے سے مُلائیت کا جبر وجمود اور اس سے پیدا شدہ عوارض۔

(۲۹) اسلام میں ملوکیت کیوں کر داخل ہوئی اس نے مسلمانوں کو بہ طور ملّت کیا نقصان پہنچایا اور اس کے ہاتھوں اسلام مجروح ہو کر کیوں کر موجودہ حال کو پہنچا؟

(۳۰) مشرق ومغرب کی کش مکش، دونوں کا تضاد، اس تضاد کے آثار اور نتائج۔

(۳۱) وطنیت اور قومیت کے نظریوں کا ظہور وفتور، یورپی اقوام کے تصادمات اور ایشیائی اقوام کے تضاوات۔

غرض یہ عنوانات، موضوعات اور مباحث ومضامین ہیں جو مطالعۂ اقبالؒ میں انہماک اور غور وفکر سے ذہن میں ابھرتے ہیں اور یہی مطالعۂ اقبالؒ کی حقیقی بنیادیں ہیں۔ ان کے بغیر اقبالؒ کا مطالعہ نامکمل اور ادھورا رہتا ہے لیکن یہ کوئی مکمل فہرست نہیں۔ ان مباحث

میں اضافہ ہوسکتا ہے اور ایک اور فہرست تیار ہوسکتی ہے۔ البتہ یہ کام وہی لوگ کرسکتے ہیں جو اپنی ذات سے زیادہ اقبالؒ کے ساتھ اخلاص رکھتے ہوں اور جن کے دل میں یہ تڑپ موجود ہو کہ اسلام ان سے کیا مطالبہ کرتا ہے اور اس مطالبہ کو ان کے علم ونظر اور تحقیق وفکر سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ جن لوگوں کے ذہن میں اپنا مستقبل ہو، وہ اسلام کے مستقبل پر افکارِ اقبالؒ کی روشنی میں کسی کام کے اہل ہی نہیں اور نہ اس خانوادۂ مورو ملخ سے یہ کام ہوسکتا ہے۔ جن لوگوں کا فہم بلند اور عشق غیور نہ ہو ان سے علم میں کبھی بہترین نتائج پیدا نہیں ہوتے ہیں۔

فیضانِ اقبالؒ:

''فیضانِ اقبالؒ'' حضرت علامہ کے فرمودات وکلمات کا مجموعہ ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے خطوط، خطبات، بیانات اور مقالات میں جو لکھا یہ ان کا افشردہ وعصارہ ہے۔ میں 1930ء سے ان کلمات و اقوال کو جمع کرتا رہا ہوں۔ یہ ان کا مجموعہ اور نثری بیاض ہے۔ ''چٹان'' 1949ء کے اقبال نمبر میں پہلی دفعہ اس کا ایک حصہ شائع ہوا تھا۔ میرا خیال ہے اس سے پہلے لوگ ان کے اشعار ہی کا انتخاب کرتے رہے لیکن جو کچھ انہوں نے نثر میں کہا اس کا حاصل مطالعہ کبھی پیش نہیں کیا گیا۔ ''چٹان'' کے بعد کئی رسالوں اور اخباروں نے اس طرف رجوع کیا لیکن ان کا انحصار زیادہ ذاتی محنت پر نہیں تھا۔ کسی ایک آدھ تحریر سے کلمات حاصل کرلیتے تھے۔

میں نے اس نیت سے ان کلمات کو اکٹھا نہیں کیا تھا کہ ان کی اشاعت ہوگی۔ طبیعت میں شروع سے ایک شوق ہے، جن اکابر سے طبیعت مانوس ہے اور ان کے سحر کلام کی چھاپ میرے دماغ پر لگی ہوئی ہے، ان کے مطالعہ سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ انھی کے الفاظ میں نوٹ کرلیتا ہوں۔ پینتیس سال کے بعد علامہ اقبالؒ کے اس کلماتی مجموعہ (حاصلِ مطالعہ) پر نظر پڑی، تو ایک نادر مجموعہ پایا، محسوس کیا کہ بیاض شائع ہوجائے تو اس

سے عام لوگوں کو بھی فکرِ اقبالؒ (کی تہ اور اس کے پس منظر) تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔
""فیضانِ اقبالؒ"" کی تالیف و ترتیب اور اشاعت اسی خیال اور اسی تحریک کا نتیجہ ہے۔

میں نے اس مقدمہ یا دیباچہ میں جن مباحث کی نشان دہی کی ہے، ان اقوال و کلمات سے ان کی رہنمائی ہوتی اور مطالعۂ اقبالؒ کی راہیں متعین ہوکر واضح ہو جاتی ہیں۔ اس ترتیب کے وقت میں نے مآخذ و مراجع کے علاوہ ان الفاظ و مطالب کی صحت پر دوبارہ نظر ڈال لی ہے۔ بظاہر کسی فروگزاشت کا امکان نہیں، کوئی چیز رہ گئی ہو یا کسی لفظ کے نقل کرنے میں چوک ہوگئی ہو تو یہ ایسی نہ ہوگی جس سے معانی میں بگاڑ پیدا ہو۔ پوری پوری احتیاط کی گئی ہے البتہ اختصار کے پیش نظر سیاق و سباق کی وضاحت کے لیے کلمہ یا ملفوظہ میں واوین دے کر ایک آدھ لفظ شامل کر دیا ہے، لیکن یہ عمل ساری کتاب میں پانچ یا چھ جگہ سے زیادہ نہیں ہوا۔ صرف ضمائر کی نشان دہی کی، افعال کو ملحوظ رکھا یا حروفِ ربط نمایاں کیے ہیں، ایسا کوئی لفظ ایزاد نہیں کیا جو معانی کا حصہ ہو۔

یہ کہنا مشکل ہوگا کہ وہ نکات جو مطالعہ اقبالؒ کے لیے ضروری ہیں، تمام و کمال اس بیاض میں آ گئے ہیں، لیکن ان نکات کا بہت بڑا حصہ اس میں ضرور آ گیا ہے۔ اقبالؒ کے افکار کی بنیاد جن مباحث پر ہے، ان کلمات سے ان کا سراغ ملتا اور بعض پیچیدگیاں اس سے حل ہوتی ہیں۔ یہ میرا ایک ذاتی اور ذوقی انتخاب ہے، لیکن اس کی روح سے آپ کو احساس ہوگا کہ اجتماعی ہے۔ میں نے کسی ادبی مصلحت کو ملحوظ نہیں رکھا، جو لوگ علم اور فکر کی روایتوں میں مصلحتوں کو اختیار کرتے اور کسی ردّ و بدل کے مرتکب ہوتے ہیں، وہ کائنات کے ضمیر ہی سے غداری نہیں کرتے بلکہ بارگاہِ علم میں مجرم ٹھہرتے اور اپنے کیے دھرے کی سزا پاتے ہیں۔

ہر کلمہ جامع الکلمات ہے، کسی کلمہ سے احساس نہیں ہوتا کہ خارج میں کوئی بات رہ گئی ہے یا جس خیال کا اظہار مقصود تھا اس میں تشنگی باقی ہے۔ ان اقوال و کلمات کا یہی حُسن ہے کہ

جامع ومانع ہیں اور ان کے مضمرات میں علامہ اقبالؒ کے تدبّر وبصیرت کا کمال و جمال دونوں موجود ہیں۔ کلمات کا بڑا حصہ خود ایک کتاب ہے جس سے دانش وحکمت کے عمق اور مطالعہ و بصیرت کی وسعت کا احساس ہوتا ہے۔

جو لوگ کلامِ اقبالؒ کی شرحوں میں اپنے خیالات کا مینا بازار لگاتے ہیں ان کے لیے یہ بیاض اور اس کے مندرجات وماآثر ایک اجتماعی پیمانہ ہیں تاکہ اپنے علمی رویے پر نظر ثانی کر سکیں اور جن طبقوں کو اقبالؒ سے فکری ارادت ہے، ان کے لیے یہ مجموعہ ایک رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

مطالعہ میں آسانی و یکسانی پیدا کرنے کے لیے میں نے ان کلمات و اقتباسات کو موضوع کی مناسبت سے دس حصوں تقسیم کیا ہے جیسا کہ ترتیب سے ظاہر ہے۔ یہ سارا انتخاب ایک دوسرے سے مربُوط ہے۔ شروع سے آخر تک افکار میں تنوع ہے، لیکن رنگا رنگی کے باوجود اس میں یک رنگی ہے۔ جس سے افکارِ اقبالؒ کی گہرائی اور گیرائی کا احساس راسخ ہوتا ہے۔ کسی حوالہ میں کوئی غلطی رہ گئی ہو مثلاً صفحات کا تعین یا سرے سے کوئی حوالہ چھوٹ گیا ہو، مثلاً کسی مآخذ کی صراحت رہ گئی ہو تو آخر میں کتابیات کی جو فہرست دی گئی ہے، اس سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس مقدمہ کی بنیاد بھی انھی کلمات پر ہے۔

مجھے یقین ہے ''فیضانِ اقبالؒ'' ایک مفید دستاویز ثابت ہوگی۔ اس سے غور وفکر کی مزید راہیں کھلیں گی اور جو لوگ افکارِ اقبالؒ سے لگاؤ رکھتے ہیں ان میں تحقیق وجستجو کا ذوق پیدا ہوگا۔

شورش کاشمیری

دفتر چٹان، ۸۸/میکلوڈ روڈ، لاہور
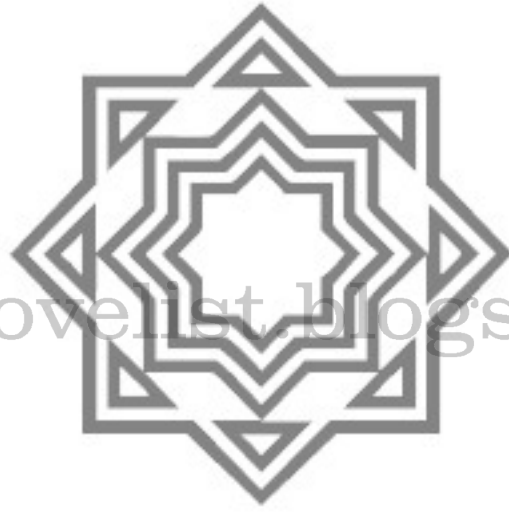
خود آگاہی

میرا کلام باقی رہے گا

حیاتِ ابدی

فرمایا: میرا کلام باقی رہے گا۔

(اقبالؒ کے چند جواہر ریزے، صفحہ 44)

روح کے افکار

وہ خیالات جو میری روح کی گہرائیوں میں طوفان بپا کیے ہوئے ہیں، عوام پر ظاہر ہو جائیں تو مجھے یقین ہے کہ میری موت کے بعد میری پرستش ہوگی۔

(عطیہ بیگم کے نام 1909ء)

لذتِ رُوح

درویشوں کے قافلہ میں جو لذت و راحت ہے، وہ امیروں کی معیت میں کیوں کر نصیب ہو سکتی ہے۔

(غلام میراں شاہ کے نام)

موت سے بے نیازی

میں مسلمان ہوں، موت سے نہیں ڈرتا۔

(راجا حسن اختر، موت کے لمحوں میں)

موت

ان شا اللہ جب موت آئے گی تو مجھے متبسم پائے گی۔

(عبداللہ چغتائی کے نام خط)

عُزلت نشینی

اقبالؒ عزلت نشین ہے اور اس طوفان بے تمیزی کے زمانہ میں گھر کی چار دیواری کو کشتیِ نوح سمجھتا ہے۔

(شوکت علی کے نام، 1914ء)

مطمحِ نظر

وسط ایشیا کے دل پر ایک پپڑی جمی ہوئی ہے میں اس کو صاف کر دینا چاہتا ہوں۔

(میاں بشیر احمد تذکرہ بہ ضمن پیامِ مشرق، اسرار خودی، رموز بے خودی وغیرہ)

مطمحِ نظر

شاعری میں لٹریچر بحیثیت لٹریچر کے کبھی میرا مطمحِ نظر نہیں رہا کہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے وقت نہیں، مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو اور بس۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر جن خیالات کو مفید سمجھتا ہوں ان کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیا عجب کہ آئندہ نسلیں مجھے شاعر تصور نہ کریں۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

خود آگاہی

ہمیں اپنے آپ کا اسی وقت اندازہ ہوتا ہے، جب ہماری روح کسی عظیم ذہن سے متصادم ہوتی ہے۔ جب تک میں گوئٹے کے بے پایاں تخیل سے آشنا نہ ہوا مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس نہ ہو سکا۔

(افکار پریشاں)

مرشد

شوق خود مرشد ہے، ایک مدت سے عام مطالعہ ترک کر چکا ہوں، پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنوی رومی۔

راہنما نہ پیرو

میں کسی جماعت کا راہنما نہیں، نہ کسی رہنما کا پیرو ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کا بیش تر حصہ

اسلام، اسلامی فقہ، سیاست، تہذیب، تمدن اور ادبیات کے مطالعہ میں صرف کیا ہے۔ میرا خیال ہے اس مسلسل اور متواتر تعلق کی بدولت جو مجھے تعلیماتِ اسلامی کی روح سے رہا ہے، میں نے اس امر کے متعلق ایک خاص بصیرت پیدا کرلی ہے کہ ایک عالم گیر حقیقت کے اعتبار سے اسلام کی حیثیت کیا ہے؟

(خطبۂ مسلم لیگ سالانہ اجلاس الہ آباد، 29 / دسمبر 1935ء)

پیروی

میں نے اپنی خانگی اور قومی زندگی میں کبھی کسی دوسرے کی رائے کا بلا سوچے سمجھے اتباع نہیں کیا۔ کسی شخص کا دوسرے کی رائے پر بلا سوچے سمجھے چلنا میں اسلام اور انسانیت کے منافی سمجھتا ہوں۔

(بیان، 4 / جولائی 1932ء حرف اقبالؒ)

واردات

مجھ کو یہ خیال ہمیشہ روحانی تکلیف دیتا ہے کہ آنے والی مسلمان نسل کے قلب ان واردات سے یکسر خالی ہیں جن پر میرے افکار کی اساس ہے۔

(صالح محمد کے نام)

اصل مقصود

اگر بیداریِ ہندوستان کی تاریخ میں میرا نام تک بھی نہ آئے تو مجھے قطعاً اس کا ملال نہیں، مقصود تو بیداری تھا۔

(صالح محمد کے نام)

باعاماں درآمیز

افسوس ہے ہم اچھے زمانہ میں پیدا نہ ہوئے۔

(عرشی، ملفوظات)

دو کام

لاہور کے ہجوم میں رہتا ہوں مگر زندگی تنہائی کی بسر کرتا ہوں۔ مشاغلِ ضروری سے فارغ ہوا تو قرآن یا عالم تخیل میں قرونِ اولیٰ کی سیر۔

(مکاتیب اقبالؒ، صفحہ ۷)

قدر دانی

جب کوئی غریب آدمی شہر سے آ کر مٹھی چاپی کرتا ہے تو سمجھتا ہوں ساری دنیا میری قدر کر رہی ہے۔

(میاں بشیر احمد، ملفوظات)

شُعراء

میری ہرگز خواہش نہیں کہ اس زمانہ کے شعراء میں میرا شمار ہو۔

(شوکت حسین کے نام)

دین کے اسرار

میری آرزو ہے کہ میں اپنے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں پر دین کے اسرار منکشف کر جاؤں تا کہ وہ دین کے قریب آ جائیں۔

(بہ روایت سید عبد اللہ)

بحث سے گریز

جہاں کہیں بحث ہو رہی ہو وہاں سے گریز کرتا ہوں۔ بحث علمی ہونی چاہیے حریف کو بدنام کرنا مقصود نہ ہونا چاہیے۔

(مہاراجا کرشن پرشاد کے نام)

حقائق اسلامی کا مطالعہ

میرے کلام پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے پہلے حقائق اسلامیہ کا مطالعہ ضروری ہے۔

(پروفیسر آل احمد سرور کے نام)

بحیثیت شاعر

میں شاعر کی حیثیت سے شہرت کا آرزومند نہیں ہوں۔

(عطیہ کے نام، صفحہ 161)

اشعار

فرمایا: میں اپنے شعروں کا مطلب آپ بیان کر کے ان کے معنی کو محدود نہیں کرنا چاہتا، میرا کام لکھنا تھا لکھ چکا، سمجھنا آپ کا کام ہے۔

(حفیظ ہوشیار پوری، ملفوظات)

ضربِ کلیم

یہ ایک اعلانِ جنگ ہے زمانۂ حاضر کے نام۔

(راس مسعود کے نام)

ملّتِ اسلامیہ

مجھے اس جماعت سے دلی محبت ہے، جو میرے اوضاع و اطوار اور میری زندگی کا سرچشمہ ہے اور جس نے اپنے دین، اپنے ادب، اپنی حکمت اور اپنے تمدن سے بہرہ مند کر کے مجھے وہ کچھ عطا کیا جس سے میری موجودہ زندگی کی تشکیل ہوئی۔ یہ اسی کی برکت ہے کہ میرے ماضی نے ازسرِ نو زندہ ہو کر مجھ میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ وہ اب بھی میری ذات میں سرگرم ہے۔

(تلخیص خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ، الہ آباد)

وجاہت کی بنیاد

مرزا جلال الدین راوی ہیں کہ ان کے ہاں راجا نوشاد علی تعلقہ دار اودھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک مجلس میں راجا صاحب نے خواہش کی کہ علامہ صاحب اپنا کلام سنائیں۔ آپ نے انکار فرمایا۔ راجا صاحب نے اصرار کیا، علامہ کہاں مانتے، بدمزگی پیدا ہوگئی۔ وہ لوگ اُٹھ کر چلے گئے تو علامہ صاحب نے فرمایا، جو لوگ اپنی وجاہت کے مطالبہ پر میری نظم سننا چاہتے ہیں، وہ میرے سامعین میں سے نہیں۔

(عرشی، ملفوظات)

زندگی

اقبالؒ کی زندگی مومنانہ نہیں لیکن اس کا دل مومن ہے۔

(میر غلام بھیک نیرنگ کے نام)

چھ خطبات

ان لیکچروں کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں، جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں اور اس بات کے خواہش مند ہیں کہ فلسفۂ اسلام کو فلسفۂ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے۔

(میر غلام بھیک نیرنگ کے نام)

کلمہ حق

اقبالؒ کلمۂ حق کہنے سے باز نہیں رہ سکتا، ہاں کھلی جنگ اس کی فطرت کے خلاف ہے۔

(مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام)

فضلِ ایزدی

میرے کلام کی مقبولیت محض فضلِ ایزدی ہے۔

(مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام)

آئندہ نسلیں

فرمایا: آئندہ نسلیں میری مٹھی میں ہیں۔

(عبدالرشید طارق ایم اے، ملفوظات)

شاعر نہ ہوتا

مولوی محمد علی ایم اے کینٹب سے عندالملاقات گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: ''میں اپنی پیش کردہ تعلیمات پر عمل بھی کرتا تو شاعر نہ ہوتا مہدی ہوتا''۔

(سیرتِ اقبالؒ، طاہر فاروقی ،صفحہ 111)

نصب العین

میرے زیرِ نظر حقائق اخلاقی وملی ہیں، زبان میرے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔

(پروفیسر شجاع کے نام)

نظریہ وعمل

فرمایا: دنیا میں جلیل القدر انبیا کے سوا اور کوئی مثال نہیں کہ کسی شخص نے خود ہی کوئی اصولی نظریہ قائم کیا ہو اور خود ہی اس پر عمل کر کے دکھایا ہو۔

(بلوچی وفد کے ایک سوال کا جواب، سیرتِ اقبالؒ، طاہر فاروقی ،صفحہ 111)

مسلک

یورپ نے مجھے بدعت کا چسکا ڈال دیا ہے۔تاہم میرا مسلک وہی ہے جو قرآن کا ہے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

مسلمانوں سے خطاب

ایک دفعہ مقامی کالج کے ہندو طلبہ نے شکایت کی، آپ سب کچھ مسلمانوں ہی کے لیے لکھتے ہیں، ہمارے لیے کچھ نہیں لکھتے۔فرمایا: ''میری قوم کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔میں اسے ایسی

حالت میں چھوڑوں تو کیا یہ فعل میری اپنی فطرت سے غداری کے مترادف نہ ہوگا''۔

(بہ روایت راجا حسن اختر، ذکرِ اقبالؒ، صفحہ 260)

تقلید

میں نے اپنی پرائیویٹ اور پبلک زندگی میں کبھی دوسرے شخص کے ضمیر کی پیروی نہیں کی۔ ایسے وقت میں جب قوم کے اہم ترین مفادات کی بازی لگی ہوئی ہے، میں اس آدمی کو اسلام اور انسانیت کا غدار سمجھتا ہوں جو دوسروں کے ضمیر کی پیروی کرتا ہے۔

(اقبالؒ کا سیاسی کارنامہ، صفحہ 159)

یورپی فلسفہ

میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ پڑھنے میں گزاری۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو قوائے دماغی بہت اچھے عطا فرمائے اگر یہ قوا دینی علوم کے پڑھنے میں صرف ہوتے تو میں آج خدا کے رسولؐ کی (تعلیمات کی) کوئی خدمت کر سکتا۔

(روزگارِ فقیر (جلد دوم) صفحہ 188)

مثنوی

مثنوی (اسرارِ خودی) کسی زمانہ حال کے منصور کی لکھی ہوئی نہیں، جو اپنی نادانی سے یہ سمجھتا تھا کہ میں قرآن جیسی عبارت لکھ سکتا ہوں، بلکہ ایک مسلمان کی لکھی ہوئی ہے جس نے قرآن سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس کی تعلیم بنی نوع انسان کی نجات کا باعث تصور کرتا ہے۔

(اسرارِ خودی، ماخوذ از مقامات)

دو شخصیتیں

میرے قالب میں بہ یک وقت دو شخصیتیں ہیں، بیرونی شخصیت نہایت عملی اور کاروباری قسم

کی ہے۔اندرونی شخصیت تخیّل، تصوف اور تصور کا پیکر ہے۔

(ذکرِ اقبالؒ، صفحہ 49، عطیہ بیگم)

اپنے بارے میں

۱۔ میں دوسروں کی باتوں پر زندگی بسر کرنے کا عادی نہیں۔

۲۔ لوگ منافقت کی مدح وثنا کرتے ہیں۔

(ذکرِ اقبالؒ)

معاصرت کا فتنہ

بائیرن، گوئٹے اور شیلے کے معاصرین ان کی عزت نہیں کرتے تھے۔ میں اس معاملہ میں ان کا ہم سر ہوں۔

(عطیہ کے نام، ذکرِ اقبالؒ، صفحہ 76)

شعر

فرمایا: شعر سننے سنانے کی چیز نہیں، تنہائی میں بیٹھ کر پڑھنے کی چیز ہے۔

(ذکرِ اقبالؒ، صفحہ 135)

علم و آگہی

علم کی ابتدا محسوس سے ہوتی ہے

علم کے چار ذریعے

فرمایا: علم کے چار ذریعے ہیں اور قرآن پاک نے واضح راہنمائی کی ہے۔

پہلا ذریعہ وحی، وہ ختم ہو چکا ہے۔

دوسرا ذریعہ آثارِ قدما و تاریخ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ...... اس آیت نے علم آثار کی بنیاد رکھی، ذکرِ بِاَیّامِ اللّٰہ تاریخ کی ابتدائی نکتہ جس نے ابنِ خلدون جیسے باکمال مورخ و محقق پیدا کیے۔

تیسرا ذریعہ علم النفس ہے، جس کا آغاز فِی اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ قرآن: سورۃ الذاریات: 21:51 سے ہوتا ہے۔

چوتھا ذریعہ صحیفۂ فطرت ہے جس پر قرآن مجید کی بے شمار آیتیں دلالت کرتی ہیں مثلاً اِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ۔ قرآن کریم: سورۃ الغاشیہ: 20:88

(عرشی، ملفوظات)

اسلامی مسائل

اسلامی و مذہبی مسائل کے فہم کے لیے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہے، افسوس کہ مسلمانوں کی نئی پود اس سے بالکل کوری ہے۔

(عرشی، ملفوظات)

تعلیم و تربیت

مسلمانوں کی تعلیم سے زیادہ تربیت کی ضرورت ہے اور ملی اعتبار سے یہ تعلیم علما کے ہاتھ میں ہے۔

(محفلِ میلاد النبیؐ ایک تقریر، بحوالہ آثارِ اقبالؒ)

تعلیم و علم

آج کل تعلیم زیادہ ہے لیکن علم نہیں، پہلے زمانے میں علم زیادہ تھا اور تعلیم کم۔

(روزگارِ فقیر (جلد اوّل)، صفحہ 147)

نظر

فرمایا: نظر سے مراد صحبت ہے۔

(عرشی، ملفوظات)

دنیوی تعلیم کی خرابی

کسی طریقۂ تعلیم کو قطعی اور آخری نہیں کہا جا سکتا، ہر ملک کی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ جہاں تک مسلمانوں اور مسلمان ملکوں کا تعلق ہے خالص دنیوی تعلیم سے اچھے نتائج پیدا نہیں ہوئے ہیں۔

(بیان، 19 / اکتوبر 1933ء حرفِ اقبال)

قرآن مجید کی تعلیم

وہ لوگ جنہوں نے تعلیم کا یہ اصل الاصول قائم کیا تھا کہ ہر مسلمان بچے کی تعلیم کا آغاز کلامِ مجید کی تعلیم سے ہونا چاہیے، وہ ہمارے مقابلہ میں ہماری قوم کی ماہیت و نوعیت سے زیادہ باخبر تھے۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21 / مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور)، صفحہ 113)

فلسفیانہ تعلیم

فلسفیانہ تخیل کی سرزمین میں ہم شاید ابھی تک بجائے عربی یا ایرانی ہونے کے زیادہ تر یونانی نظر آتے ہیں۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21 / مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور)، صفحہ 113)

تعلیمی اساس

مسلمان نوجوان کی تعلیمی اساس اگر دینی اور اخلاقی نہ ہوتو ان میں سیر چشمی، بلند نظری اور خودداری کے وہ اوصافِ حسنہ نہیں پیدا ہو سکتے جو اسلامی سیرت کے لیے مابہ الامتیاز ہیں۔

(انجمن حمایتِ اسلام کے تعلیمی عزائم کیا ہونے چاہییں؟ مقالات، صفحہ 212)

معلّم

معلّم حقیقت میں قوم کے محافظ ہیں۔ سب محنتوں سے اعلیٰ درجہ کی محنت اور سب کارگزاریوں سے زیادہ بیش قیمت کارگزاری معلّم کی کارگزاری ہے۔ معلّموں ہی سے علم کا سچا عشق پیدا ہوتا ہے۔ اسی میں تمدنی اور سیاسی برتری مخفی ہے۔ جس سے قومیں معراجِ کمال تک پہنچ سکتی ہیں۔

(بچوں کی تعلیم وتربیت، جنوری 1902ء، مخزن)

تعلیمی ملازمت

ہمارے کالجوں کی پروفیسری میں علمی کام تو ہوتا نہیں البتہ ملازمت کی ذلتیں ضرور سہنی پڑتی ہیں۔

(بہ روایت خلیفہ عبد الحکیم، آثارِ اقبالؒ)

طریقِ تعلیم

وہی طریقۂ تعلیم کامل ہوگا جو نفس ناطقہ کے تمام قواء کے لیے یکساں ورزش کا سامان مہیا کرے۔ ادراک، تخیل، تاثرِ نفسِ ناطقہ کی ہر قوت تحریک میں آنی چاہیے، کیوں کہ کامل طریقِ تعلیم کا منشا یہ ہے کہ نفسِ ناطقہ کی پوری پوشیدہ قوتیں کمال پذیر ہوں نہ کہ بہت سی علمی باتیں دماغ میں جمع ہو جائیں۔

(بچوں کی تعلیم وتربیت، جنوری 1902 مخزن)

محاسن و مسلسل محاسن

ہمیں لازم ہے کہ اپنے محاسن کو جانچیں اور پرکھیں اور اگر ضرورت آپڑے تو نئے محاسن پیدا کریں۔ اس لیے کہ بقول نیٹشے کسی قوم کی بقا کا دارومدار محاسن کی مسلسل وغیر مختتم تولید پر ہوتا ہے۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور)، صفحہ 98,97)

مسلمان طلبہ

مجھے رہ رہ کر یہ رنج دہ تجربہ ہوا ہے کہ مسلمان طالب علم جو اپنی قوم کے عمرانی، اخلاقی اور سیاسی تصورات سے نابلد ہیں، روحانی طور پر بہ منزلہ ایک بے جان لاش کے ہیں۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور)، صفحہ 112)

روایات

ایک قوم کی قانونی، تاریخی اور علمی روایات اس قوم کے مفکروں، مورخوں اور انشا پردازوں کی چشم بصیرت کے سامنے ہر وقت ایک نمایاں شکل میں موجود رہتی ہیں۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور)، صفحہ 111,110)

صحبت

کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔

(تقریر میلاد النبیؐ مطبوعہ صوفی، اکتوبر 1926ء)

صحبت

ہزار کتب خانہ ایک طرف اور باپ کی نگاہِ ملتفت ایک طرف۔

(اکبر الہ آبادی کے نام، 3/اگست 1918ء)

امرا

مسلمان اُمرا میں مذاقِ علمی مفقود ہو چکا ہے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

انسانِ کامل

میرے انسانِ کامل کو نیٹشے کے انسانِ کامل سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

(ڈاکٹر نکلسن کے نام)

گُناہ

فرمایا: "ہر انسان چھوٹے پیمانہ پر خود ایک خالق ہے اور ان تخلیقی قوتوں کو ضائع کرنے کا نام گناہ ہے۔

(بہ روایت عاشق بٹالوی، شیرازہ)

جدید افکار قدیم حقائق

یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جدید افکار کو قدیم لباس میں پیش کیا جا رہا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ پرانے حقائق کو جدید افکار کی روشنی میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(ڈاکٹر نکلسن کے نام)

موجودہ واعظ

موجودہ زمانہ کے واعظوں کو تاریخ، اقتصادیات اور عمرانیات کے حقائق عظیمہ سے آشنا ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے لٹریچر اور تخیل میں پوری دسترس رکھنی چاہیے۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21 /مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور، صفحہ 114)

قوم کی سوانح عمری

بلا خوف تردید میرا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کی کسی قوم نے ایسی اعلیٰ اور قابلِ تقلید مثالیں اپنے افراد میں

پیدا نہیں کیں جیسی ہماری قوم نے! لیکن بہ ایں ہمہ ہمارے نوجوان کو (جو اپنی قوم کی سوانح عمری سے بالکل نابلد ہے) مغربی تاریخ کے مشاہیر سے استحساناً اور استشہاداً رجوع کرنا پڑتا ہے۔ عقلی و ادراکی لحاظ سے وہ مغربی دنیا کا غلام ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کی روح اس صحیح القوام خودداری کے عنصر سے خالی ہے، جو اپنی قومی تاریخ اور قومی لٹریچر کے مطالعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی تعلیمی جدوجہد میں اس حقیقت پر، جس کا اعتراف آج ہم سے تجربہ کرا رہا ہے، نظر نہیں ڈالی کہ اغیار کے تمدن کو بلا مشارکت احدے اپنا ہر وقت کا رفیق بنائے رکھنا گویا اپنے تئیں اس تمدن کا حلقہ بگوش بنا لینا ہے۔ یہ وہ حلقہ بگوشی ہے جس کے نتائج کسی دوسرے مذہب کے دائرہ میں داخل ہونے سے بڑھ کر خطرناک ہیں۔

(ڈاکٹر نکلسن کے نام)

شخصیت کا زوال

ہم قومیت کے پودے کو اسلام کے آبِ حیات سے نہیں سینچ رہے ہیں اور اپنی جماعت میں پکے مسلمانوں کا اضافہ نہیں کر رہے ہیں، بلکہ ایک ایسا نیا گروہ پیدا کر رہے ہیں، جو بہ وجہ کسی اکتنازی یا اتحادی مرکز کے نہ ہونے کے اپنی شخصیت کو کسی دن کھو بیٹھے گا۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور، صفحہ 124)

مسلمان عورت

مسلمان عورت کو بدستور اسی حد کے اندر رہنا چاہیے جو اسلام نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے اور جو حد کہ اس کے لیے مقرر کی گئی ہے اسی کے لحاظ سے اس کی تعلیم ہونی چاہیے۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور، صفحہ 117)

مثالی دار العلم

یہ امر قطعی طور پر ضروری ہے کہ ایک نیا مثالی دار العلم قائم کیا جائے، جس میں مسند نشین اسلامی

تہذیب ہو اور جس میں قدیم وجدید کی آمیزش عجیب دل کش انداز سے ہوئی ہو، اس قسم کی مثالی تصویر کھینچنا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے اعلیٰ تخیل، زمانہ کے رجحانات کا لطیف احساس اور مسلمانوں کی تاریخ اور مذہب کے مفہوم کی صحیح تعبیر لازمی ہے۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور، صفحہ 115)

فکرونظر

قومیں فکر سے محروم ہو کر تباہ ہو جاتی ہیں

خدا کا وجود

دوست مجھ سے پوچھتے ہیں، کیا تمھارا خدا کے وجود پر ایمان ہے؟ میرے خیال میں جواب دینے سے پہلے مجھے اس فقرے میں استعمال کی گئی اصطلاحات کا مفہوم دریافت کرنے کی اجازت ہونی چاہیے، لہٰذا میرے دوست پہلے ''ایمان'' ''خدا'' اور ''وجود'' کے معانی کی وضاحت فرمائیں یا کم از کم آخری دو الفاظ کا مفہوم ہی سمجھا دیں۔ مجھے تسلیم ہے کہ میں ان اصطلاحات کو نہیں سمجھتا مگر جب کبھی ان سے باز پرس کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات خود بھی انہیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

(افکارِ پریشاں)

خدا اور انسان کا وجود

وجود صرف خدا کا ہے، انسان موجود ہونے کی کوشش کر رہا ہے اگر خودی زندہ ہو جائے تو انسان بھی موجود ہو سکتا ہے۔

(روزگارِ فقیر (جلد اوّل، صفحہ 188)

گدائی

خوشامد، منت یا مانگنے سے کبھی کچھ نہیں ملا۔ خُدا کے سوا کسی کی اطاعت ہمارے لیے واجب نہیں۔

(انوارِ اقبالؒ، مرتب بشیر احمد ڈار، صفحہ 44)

مادہ پرستی

ہمارے نوجوانوں کی باتیں کہ مذہب کو بالائے طاق رکھ کر تمام تر توجہ سیاسیات پر دینی چاہیے، یورپ کی غلامانہ تقلید کے سوا اور کچھ نہیں۔ یورپ کی مادہ پرستی اس کی روحانیت اور دوسری اقوام کی مادیّت کے لیے پیامِ موت ثابت ہو چکی ہے۔

(انوارِ اقبالؒ، مرتب بشیر احمد ڈار، صفحہ 42)

پیمانۂ وقت

جدوجہد کرنے والی قومیں وقت کو دن، رات، مہینے اور سال کے پیمانے سے نہیں بلکہ سعی اور حصول کے پیمانے سے ناپتی ہیں۔

(انوارِ اقبالؒ، مرتب بشیر احمد ڈار، صفحہ 37)

وقت

میں نے سوال کیا آپ نے وقت کو تلوار کہا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: تلوار اس لیے کہ انسان پیدا ہوتا ہے، جوان ہوتا ہے، بڑھاپا آتا ہے، پھر موت، یہ وقت کی تلوار ہے۔ وقت ایک طرح سے رحمت بھی ہے کہ گزر جاتا ہے، تکلیف آئی اور گزر گئی۔

(ڈاکٹر سعید اللہ، ملفوظات)

لَا تَسُبُّوا الدَّهرَ

میں نے سوال کیا حدیث ہے دہر کو برا مت کہو، دہر خدا ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟

فرمایا: (Reality) کا لازمی جزو دہر ہے۔ برگسان نے مجھ سے یہ حدیث سنی تو اُچھل پڑا، پوچھا یہ کون کہتا ہے؟ میں نے کہا ہمارا رسول ﷺ! وقت کو ہم (Eternal) مانتے ہیں، مگر وہ گزر بھی رہا ہے۔ ان دونوں کو ملایا جائے تو جس چیز کو ہم (Now) کہتے ہیں وہ (Eternal Now) ہو جاتی ہے۔ (Reality) دو معنوں میں لی جا سکتی ہے۔ ایک (Extensive) دوسرے (Intensive) مثلاً: ایک گیند اپنے محور کے گرد حرکت کرے اور ہر گردش میں اس کا رنگ بدل جائے۔ اسی طرح وقت کو تصور کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے محور کے گرد چکر کاٹ رہا ہے۔ رات اور دن کی تمیز ہم نے قائم کی ہے، وقت اس تمیز سے پاک ہے۔ ہندو وقت کو مایا کہتے ہیں۔ وقت کا (Atomic) تصور بدھوں سے شروع ہوتا ہے، ایران میں یزداں اور اہرمن کا تصور روشنی (دن) اور تاریکی (رات) کی نشان دہی کرتا ہے۔ ان دونوں کا

اجتماع (Reality) ہے۔قرآن پاک میں بار بار دن اور رات کا ذکر آیا ہے۔فرمایا، وقت کا تصور (Personality) کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہندوستان صداقت (Truth) کا متلاشی ہے، ایران جمال (Beauty) کا اور عرب اصلح (Goodness) کا۔ اسلام نے تینوں کو (Personality) میں جمع کر دیا ہے۔

(ڈاکٹر سعید اللہ، ملفوظات)

قومی ترانہ

قومی ترانے کا ذکر آیا تو فرمایا: قوم ہو تو قومی ترانہ بن سکتا ہے، ہندوستان میں تو قوم ہی نہیں ہے۔ بندے ماترم کے ضمن میں فرمایا: ہندوستان کی شاعری میں کہیں بھی حرارت نہیں، انہیں ہر جگہ شانتی کی تلاش ہے، ان کی ادبی پیداوار میں ایک استثنار امائن ہے لیکن وہ بھی بعض بعض حصوں میں۔ شرکائے مجلس میں سے ایک نے کہا: ہندوستان کی موسیقی تو خاصی ہیجان انگیز ہے مثلاً یہی موسیقی قوالی میں خاصی گرمی پیدا کرتی ہے۔ فرمایا ''میں اسے مصنوعی گرمی کہتا ہوں، جس طرح منشیات سے کوئی شخص طبیعت میں ہیجان پیدا کر لے''۔

(پروفیسر حمید احمد خاں، ملفوظات)

مسجد قوت الاسلام

مسجد قوت الاسلام (دہلی) کے جلال اور قوت نے مجھے اس قدر مرعوب کیا کہ اس میں نماز پڑھنے کا خیال مجھے ایک جسارت معلوم ہوا، اس کا وقار مجھ پر چھا گیا، میں نے محسوس کیا جیسے میں اس میں نماز پڑھنے کے قابل نہیں ہوں۔

(پروفیسر حمید احمد خاں، ملفوظات)

اسلامی عمارتیں

فرمایا: جوں جوں قومی زندگی کے قویٰ شل ہوتے گئے توں توں تعمیرات کے اسلامی انداز میں

ضعف آتا گیا۔فرمایا: قصرِ زہرا صرف دیووں کا کارنامہ معلوم ہوتا ہے۔ مسجدِ قرطبہ مہذب دیووں کا مگر الحمرا مہذب انسانوں کا۔تاج محل کے متعلق فرمایا: مسجد قوت الاسلام کی کیفیت اس میں نہیں ہے۔دہلی کی جامع مسجد کے متعلق فرمایا وہ تو ایک بیگم ہے۔

(پروفیسر حمید احمد خاں، ملفوظات)

حلال و حرام

فرمایا: حرام اور حلال جانوروں پر ایک بحث تو طب کے نقطۂ نظر سے ہو سکتی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اس میں جمالیات کو بھی دخل ہے۔اگر حلال اور حرام جانوروں کی علاحدہ علاحدہ فہرست بنائی جائے تو حلال خوب صورت نکلیں گے اور حرام بد صورت۔

(ڈاکٹر سعید اللہ، ملفوظات)

تقلید میں حرکت نہیں

فرمایا: زندگی کے جس جس شعبے میں تقلید کا عنصر نمایاں ہوگا اس میں حرکت مفقود ہوگی۔

(ڈاکٹر سعید اللہ، ملفوظات)

صحبت کی یکسانی

ایک ہی قسم کا شوق رکھنے والوں کی صحبت بعض دفعہ ایسے نتائج پیدا کر دیتی ہے جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتے۔یہ بات زندگی کے پوشیدہ اسرار میں سے ہے۔

(عرشی، ملفوظات)

زندگی کا ذوق

حیاتِ اُخروی انسان کے ذوقِ حیات کی شدت پر منحصر ہے۔جس قدر کسی شخص میں ذوقِ زندگی زیادہ ہوگا اتنا ہی اس کا زمانہ برزخ کم ہوگا۔شہدا کا ذوقِ زندگی بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے:

اس لیے ان کے لیے کوئی برزخ نہیں۔

(عرشی،ملفوظات)

شوق

شوق خود مرشد ہے۔

(ملفوظات،خط بنام عرشی،19 /مارچ1935ء)

اشتہار

میں نے دورِ حاضر کے اشتہاری ہونے کی شکایت کی،فرمایا:پراپیگنڈہ بری شے نہیں،ساری کائنات اپنے رب کا اشتہار ہے۔ہر طرف مظاہر بکھرے پڑے ہیں اور اپنے خالق کا پراپیگنڈہ کر رہے ہیں۔

(میاں بشیر احمد،ملفوظات)

تمدن و تہذیب

عرض کیا:تمدن (Civilization) اور تہذیب(Culture) کے الفاظ آج کل ہم معنی استعمال ہو رہے ہیں۔فرمایا:تمدن(Civilization) کا تعلق باہر کی دنیا سے ہے اور تہذیب (Culture) کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے۔

(ڈاکٹر سعید اللہ،ملفوظات)

آزادیٔ نسواں

(1)

فرمایا:آزادیٔ نسواں کا موجودہ سیلاب معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوس ناک کوشش ہے۔جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی،وہ کبھی نہ کبھی اپنی غلطی پر ضرور پشیمان ہوئی ہے۔ (سالک،ذکرِ اقبالؒ)

(۲)

آزادیِ نسواں نے متعلق فرمایا:"I have no faith in woman"(مجھے عورت پر اعتماد نہیں ہے)عورتیں اپنے مخصوص فرائض مثلاً امورِ خانہ داری میں بلند ذہنیت کا ثبوت نہیں دیتیں، ملکی امور میں کیا کر سکتی ہیں؟ عورت کو دماغ کم زور ملا ہے اس کی تخلیقی قوت دماغ میں نہیں رحم میں ہے۔مرد دماغ سے تخلیق کرتا ہے،عورت رحم سے کرتی ہے۔

(خواجہ عبدالوحید،ملفوظات)

پردہ

عورت کا جنسی تقدس اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے اجنبی نگاہوں سے بہرنو محفوظ رکھا جائے۔عورت ایک بہت ہی عظیم ذریعۂ تخلیق ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی تخلیقی قوتیں مستورومحجوب ہیں۔

(اخبار پوسٹ(Post)،لندن)

عورت

جس قوم نے عورت کوضرورت زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی اپنی غلطی پرضرور پشیمان ہوئی ہے۔ عورت کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے۔اسے ٹائپسٹ یا کلرک بنادینا نہ صرف قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہے، بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوس ناک کوشش ہے۔

(روزگارِ فقیر(جلد اوّل)،صفحہ 66)

آرٹ

فرمایا:"بعض قسم کا آرٹ قوموں کو ہمیشہ کے لیے مردہ بنادیتا ہے"۔فرمایا:"ہندو قوم کی تباہی میں اس کے فنِ موسیقی کا بہت سا حصہ ہے"۔

(خواجہ عبدالوحید،ملفوظات)

آرٹ کا مقصد

فرمایا: ''آرٹ کے متعلق دو نظریے ہیں''۔ اوّل یہ کہ آرٹ کی غرض محض حسن کا احساس پیدا کرنا ہے۔ دوم یہ کہ آرٹ سے انسانی زندگی کو فائدہ پہنچنا چاہیے۔ فرمایا: ''آرٹ زندگی کے ماتحت ہے۔ ہر چیز کو انسانی زندگی کے لیے وقف ہونا چاہیے۔ ہر وہ آرٹ جو زندگی کے لیے مفید ہو، اچھا اور جائز ہے۔ جو زندگی کے خلاف ہو، یعنی جس سے ہمتیں پست ہوں اور جذبات عالیہ مُردہ، وہ قابلِ نفرت ہے۔ اس کی ترویج حکومت کی طرف سے ممنوع قرار دی جانی چاہیے۔

(خواجہ عبدالوحید، ملفوظات)

یقین کی طاقت

یقین بہت بڑی طاقت ہے۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ میرے نظریے کو ایک اور شخص کا قلب بھی قبول کر رہا ہے تو اس نظریے کی صداقت پر میرا اعتماد دو چند ہو جاتا ہے۔

(افکارِ پریشاں)

نفسیاتی اُدھیڑ بُن

مجھے نفسیاتی تجزیہ کی ستم ظریفیوں سے معاف رکھیے گا۔ آپ اپنی دنیا کو نہ سمجھ سکے، نہ سنوار سکے، اب دوسروں کی دنیا میں قسمت آزمائی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ یہ اس لیے نہیں کر رہے کہ ناکامیوں نے آپ کے عزائم کے لیے مہمیز کا کام کیا ہے بلکہ محض اس لیے کہ آپ ان لوگوں کی نظروں سے اپنا چہرہ چھپانا چاہتے ہیں جو اس پر شکست کی شکنیں دیکھ رہے ہیں۔

(افکارِ پریشاں)

احساسِ برتری کی تسکین

احساسِ برتری کی تسکین اپنا ایک نفسیاتی پہلو بھی رکھتی ہے۔ آپ مجھے ڈسپنسر کی بجائے ڈاکٹر کہہ کر پکاریں تو میں بالکل مطمئن ہو جاؤں گا، چاہے آپ میری تنخواہ میں ایک پائی بھی

اضافہ نہ کریں۔

(افکارِ پریشاں)

ایک مکالمہ

دل: یہ بات یقینی و لابدی ہے کہ خدا موجود ہے۔

دماغ: لیکن میرے عزیز! وجود کا تعلق تو میری حسِ مدرکہ سے ہے، تمھیں اس لفظ کے استعمال کا کوئی حق نہیں۔

دل: یہ تو اور بھی اچھا ہے، میرے ارسطو!

(افکارِ پریشاں)

عقل و عشق

سوال کیا گیا: ''عقل کی انتہا کیا ہے۔؟''

فرمایا: حیرت۔

سوال کیا گیا: عشق کی انتہا کیا ہے؟''

فرمایا: عشق کی کوئی انتہا نہیں، عشق لا انتہا ہے۔

مستفسر نے کہا۔ آپ نے یہ کیا لکھا ہے ع

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

فرمایا دوسرا مصرح بھی تو پڑھیے، جس میں اپنے عجز کا اعتراف کیا ہے۔ ع

مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

(سالک، ذکرِ اقبالؒ)

15/ مئی 1910ء

کل صبح تقریباً چار بجے میں نے کرۂ ارض کے اس عظیم الشان سیاح کو دیکھا، جسے سائنس کی دنیا

میں ہیلی کا دم دار ستارہ کہتے ہیں۔ پون صدی میں صرف ایک مرتبہ فضائے بے کراں کا یہ پُر شکوہ غواص آسمان کے ساحل پر نمودار ہوتا ہے۔ اس حساب سے اب دوبارہ میں اپنے پوتوں کی آنکھوں کے ذریعے ہی اس کا نظارہ کر سکوں گا۔ اسے دیکھتے وقت میرے دماغ کی عجیب کیفیت تھی، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی لامحدود شے میری مشتِ خاک سے متصل ہوتی جا رہی ہے، لیکن یک لخت ایک خیال کی لہر نے اس احساس کا شیرازہ بکھیر دیا اور وہ خیال تھا اپنی بے مائیگی کا، فوراً ہی میری تمام اُمنگیں اس خیال کے ہاتھوں قتل ہو کر رہ گئیں۔

(افکارِ پریشاں)

تاریخ کی مادی تعبیر

میرے نزدیک تاریخِ انسانی کی مادی تعبیر سراسر غلط ہے۔ اسلام خود ایک قسم کا سوشلزم ہے، جس سے مسلمان معاشرے نے آج تک بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔

(غلام السیدین کے نام خط)

انصاف

انصاف ایک بے پایاں خزانہ ہے، اس خزانہ کو ہر لحہ "رحم کے رہزن" کی دست بُرد سے محفوظ رکھنا چاہیے۔

(افکارِ پریشاں)

وطن پرستی

اسلام ہر قسم کی بُت پرستی کے خلاف احتجاج کا حکم رکھتا ہے۔ اور وطن پرستی کیا ہے؟ بُت پرستی کی ایک ارفع و لطیف صورت، ایک مادی وجود کی پرستش مختلف ممالک کے ترانے سنیئے آپ پر خود بہ خود اس بات کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اسلام بُت پرستی کو خواہ وہ کسی رنگ میں ہو، برداشت نہیں کر سکتا۔ اسلام جس چیز کے لیے موت کا پیغام بن کر آیا اس کو تا مت اسلام کی قبا نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ حقیقت (کہ جس مقام کو سرکارِ دو عالم کی آماجگاہ اور تربیت گاہ بنایا گیا وہ آپ کی جائے

پیدائش نہ تھی) ایک مخفی اشارہ ہے۔جس سے وطن پرستی کے تصور کی تکذیب ہوتی ہے۔

(افکار پریشاں)

مابعد الطبیعیات

میں مانتا ہوں کہ مابعد الطبیعیات سے اب مجھے وحشت ہونے لگ گئی ہے، مگر جب کبھی مجھے لوگوں سے بحث کرنے کا اتفاق ہوتا ہے،تو پتا چلتا ہے کہ ان کے دلائل ہمیشہ ایسے مقدمات پر مبنی ہوتے ہیں، جنہیں نقد ونظر کی کسوٹی پر پرکھے بغیر تسلیم کرلیا جاتا ہے۔ بنابریں میری اوّلیں کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان مقدمات کی صحت کو جانچا جائے۔ تجرباتی حقائق خواہ کسی صورت میں ہوں، مجھے قیاسات کی وادی میں کھینچ لاتے ہیں۔ مابعد الطبیعیات سے کلی طور پر چھٹکارا حاصل کرنا میرے بس کا روگ نہیں۔

(افکار پریشاں)

تعصب

غیر قومیں ہم پر تعصب کی تہمت باندھتی ہیں۔ میں اس تہمت سے نادم نہیں ہوں، بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ ہمارے تعصب کی لو ہی سے حق وصداقت کی قندیلیں روشن ہیں۔ اگر علم حیاتیات کی زبان میں بات کی جائے،تو یہ تعصب ایک گروہ کی اپنی منفرد ہستی کو مشخص کرنے کی کوشش کے سوا کچھ نہیں اس معنی میں دنیا کے تمام نظام ہائے حیات کی بنیاد "تعصبات" پر ہے اور ان کی انفرادی بقا کے لیے یہ تعصبات ہیں بھی ناگزیر۔ دنیا کی کوئی قوم تعصب سے خالی نہیں۔ آپ کسی انگریز کے مذہب پر نقد ونظر کے نشتر چلائیے اس کے جذبات میں کوئی ارتعاش پیدا نہ ہوگا،مگر جوں ہی آپ اس کے وطن، اس کی تہذیب اور اس کی معاشرت کو زیر بحث لائیں گے، اس کے نہاں خانہ دماغ میں چھپا ہوا دیو تعصب بے نقاب

ہو جائے گا۔ پہلی حالت میں اس کے سکوت اور دوسری حالت میں اضطراب کا سبب یہ ہے کہ برطانوی قومیت کی بنیاد مذہب پر نہیں، بلکہ جغرافیائی حدود یعنی وطن پر ہے۔ لہٰذا اگر وہ اپنے ملک پر تنقید ہوتے دیکھ کر سیخ پا ہو جاتا ہے تو اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں۔

ہماری کیفیت اس سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ ہمارے نزدیک ''قومیت'' محض ایک تصور ہے جس کی مادی بنیادیں مفقود ہیں۔ ہمارا واحد نقطۂ اتحاد کسی خطۂ ارض میں رہنے والے مختلف انسانوں کا ذہنی اشتراک ہے۔ اب اگر مذہب کو ہدفِ تنقید بنانے پر ہمارا تعصب ابھرتا ہے تو کوئی بری بات نہیں بلکہ ہم اس میں اسی قدر حق بجانب ہیں، جس قدر وہ انگریز جو اپنی تہذیب و معاشرت کو نشانۂ تحقیر بنتے دیکھ کر تلملا اٹھتا ہے۔ دونوں صورتوں میں احساس ایک ہی کارفرما ہے۔ اگرچہ محرکات مختلف ہیں۔

(افکارِ پریشاں)

مستغنی حُسن

وہ حُسن جس پر استغنا کا غازہ نہ ہو بدصورتی سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

(کیمبرج، 25 /نومبر 1905ء بنام مولوی انشاء اللہ خان)

زندگی کا مقصد

زندگی کا مقصد زندگی ہے، موت نہیں۔

(اسرارِ خودی اور تصوف، وکیل امرتسر، 15 /جنوری 1915ء)

ماحول اور انقلاب

زندگی اپنے ماحول میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ ہو اور کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو۔ (دیباچہ پیامِ مشرق)

منصوبے

جہاں منصوبے نہیں ہوتے وہاں قومیں غارت و برباد ہو جاتی ہیں۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، اجلاس (منعقدہ لاہور 21 /مارچ 1931ء صفحہ 66)

علم کی ابتدا

علم کی ابتدا محسوس سے ہوتی ہے۔

(خطبۂ پنجم، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 202)

تباہی

قومیں فکر سے محروم ہو کر تباہ ہو جاتی ہیں۔

(خطبۂ صدارت 1922ء)

عقل انسانی کیا ہے؟

عقلِ انسانی کیا ہے؟ فطرت کی ایک سعیٔ جمیل جس کے ذریعے وہ اپنی ذات کا احتساب کرتی ہے۔ (افکارِ پریشاں)

احترامِ انسانیت

انسان کی بقا کا راز انسانیت کے احترام میں ہے اور جب تک تمام دنیا کی علمی قوتیں اپنی توجہ کو احترامِ انسانیت کے درس پر مرکوز نہیں کرتیں یہ دنیا بدستور درندوں کی بستی رہے گی۔

(سالِ نو کا پیغام، 1937ء حرفِ اقبالؒ)

فکر و لفظ

فکر خود اپنے وجود سے اپنا مرئی پیکر تلاش کر لیتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کوئی استعارہ نہیں کہ فکر اور لفظ بہ یک وقت احساس کے بطن سے نمودار ہوتے ہیں۔

(خطبۂ اوّل، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 33)

سمت کا مفہوم

سمت کے معنی ہیں کوئی مقصود و مطلوب۔

(خطبہ اوّل، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 32)

تین ستون

مذہبی زندگی کی تقسیم تین ادوار میں ہوتی ہے۔

اولاً ۔ ایمان

ثانیاً ۔ فکر

ثالثاً ۔ عرفانِ حقیقت

(ساتواں خطبہ تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 278)

اخلاقی روک

یورپ سے بڑھ کر آج انسان کے اخلاقی ارتقا میں بڑی کوئی رکاوٹ نہیں۔

یورپ کے عینی فلسفہ کو کبھی یہ درجہ حاصل نہیں ہوا کہ زندگی کا کوئی موثر جزو بن سکے۔

(چھٹا خطبہ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 276)

فکر، علم، عقل

فکر کو حق کی آرزو ہے

علم کو تیقن کی

عمل کو محکم اساس کی

عقل اور ایمان علم ہی کے دو پہلو ہیں۔

(ساتواں خطبہ، تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ)

نئی پود کے لیے

نوجوان نسل کی خفتہ طاقت کو یک جا کیا جائے، اُسے صحیح طریقہ سے یہ بتا کر کہ اسلام اب تک کیا کچھ کر چکا ہے اور ابھی تک اسے بنی نوع انسان کی مذہبی اور کلچرل تاریخ میں کیا کیا کرنا باقی ہے؟

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور صفحہ 89)

فولاد

مسولینی کا اصول یہ تھا کہ "جو فولاد رکھتا ہے وہی روٹی رکھتا ہے" میں اس ذرا ترمیم کرنا چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ "جو خود فولاد ہے سب کچھ اسی کے پاس ہے۔"

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور صفحہ 86)

عقائد کی مضبوطی

مضبوط عقائد رکھے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور، صفحہ 86)

مغربی اور مشرقی دماغ

مغربی دماغ کے لیے چیزیں آہستہ آہستہ بنتی ہیں، وہ اپنا ماضی، حال اور مستقبل رکھتی ہیں۔ مشرقی دماغ کے لیے چیزیں فی الفور ہموار ہو جاتی ہیں۔ ان میں وقت کی کوئی قید نہیں ہوتی اور خالصتاً حال سے تعلق رکھتی ہیں۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور، صفحہ 84)

روایات

اس وقت وہی قوم محفوظ رہے گی جو اپنی عملی روایات پر قائم رہ سکے گی۔

(مکاتیب اقبالؒ صفحہ 6)

شرمندۂ معنی الفاظ

جب تک اس نام نہاد جمہوریت، اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو نہ مٹایا جائے گا، جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے الخلق عیال اللہ کے اصول کا قائل نہ ہوگا، جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے اعتبارات کو نہ مٹایا جائے گا، اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کرسکیں گے اور اخوت، حُریّت اور مساوات کے شان دار الفاظ شرمندۂ معنی نہ ہوں گے۔

آزاد خیالی

اگر ہم اسلامی فکر میں کوئی خاص اضافہ نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا ہی کرنا چاہیے کہ آزاد خیالی کی اس تحریک کو جو دنیائے اسلام میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے کچھ یوں ہی روکنے کی کوشش کریں کہ قدیم نقطۂ نظر کے ماتحت اس کی تنقید صحت مندی سے ہوتی رہے۔

(پانچواں خطبہ، تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 236)

بے جا احترام

اگر قوم کے زوال و انحطاط کو روکنا ہے، تو اس کا یہ طریق نہیں کہ ہم اپنی گزشتہ تاریخ کو بے جا احترام کی نظر سے دیکھنے لگیں یا اس کا احیا خود ساختہ ذرائع سے کریں۔

(پانچواں خطبہ، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 233)

تقدیرِ اُمم

قوموں کی تقدیر اور ہستی کا دارومدار اس پر نہیں کہ ان کا وجود کہاں تک منظم ہے، بلکہ اس بات پر ہے کہ افراد کی ذاتی خوبیاں کیا ہیں؟

(پانچواں خطبہ، تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 233)

انسان کی ترکیب

فرمایا: ”انسان ایک فرد یکتایا گوہر یکتا ہے۔اس کی ترکیب روح اور مادہ سے ہوئی ہے۔لہٰذا ہر وہ نظام حکومت جو محض انسان کی مادی یا جسمی ضروریات کو پورا کرے، اس کی تشفی نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں دین وسیاست کی تفریق نہیں“۔

انسان کی ہیئت ترکیبی ان دو عناصر (روح و مادہ) سے ہوئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظام حکومت نہ ملوکیت ہے، نہ جمہوریت نہ بادشاہت، بلکہ ایک ایسا مرکب ہے جو ان تمام کے محاسن سے متصف لیکن قبائح سے مُنزّہ ہے۔

(سید الطاف حسین ایم اے، ملفوظات)

پردہ

فرمایا: ”فطرت کا تقاضا معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جس میں تخلیقی صفات ہیں، پردے میں رہے۔خدا کو دیکھیے بے حجاب نہیں۔زندگی کو لیجیے اس کے آثار ہم دیکھ سکتے ہیں لیکن بذاتِ خود ہماری نگاہوں سے پنہاں ہے۔غرض ہر وہ چیز جو تخلیق کرتی ہے رُوپوش ہے“۔

(سید الطاف حسین ایم اے، ملفوظات)

عصبیت سے مراد

عصبیت سے صرف قومی پاس داری مراد ہے، دوسری اقوام کو بہ نگاہِ تنفر دیکھنا اس کے مفہوم میں داخل نہیں۔

(خطبۂ صدارت، آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21/مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور، صفحہ 101)

قیامت کا مفہوم

ایک صاحب نے کہا، آج تک کوئی قوم یا اس کی تہذیب مر کر دوبارہ زندہ نہیں ہوئی۔فرمایا: ”یہ

خیال صحیح نہیں، مختار قومیں اپنے محکوموں کے دل ودماغ میں یہ خیال اس لیے پیدا کرتی ہیں کہ ان میں اپنی کھوئی ہوئی طاقت کے حصول کا جذبہ ہی پیدا نہ ہو۔ اسلام اس خیال کا قطعی مخالف ہے۔" فرمایا: "آپ ایک قوم کے متعلق کہتے ہیں، قرآن تو قیامت کا قائل ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ایک قوم کیا ساری دنیا مر کے ایک بار پھر زندہ ہوگی۔"

(سید الطاف حسین ایم اے، ملفوظات)

اسلامی تعلیمات کی تعبیر

ہمارے سامنے کوئی راستہ ہے تو یہ کہ اسلامی تعلیمات کی تعبیر علم حاضر کے پیشِ نظر اب کس رنگ میں کرنی چاہیے، خواہ ایسا کرنے میں ہمیں اسلاف سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔

(خطبہ چہارم، تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 146)

مذہب کا مقصد

مذہب کا مقصد یہ نہیں کہ انسان بیٹھا ہوا زندگی کی حقیقت پر غور کیا کرے، بلکہ اس کی حقیقی غایت یہ ہے کہ زندگی کی سطح کو بتدریج بلند کرنے کے لیے ایک مربوط و متناسب عمرانی نظام قائم کیا جائے۔

(خطبہِ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، 21 مارچ 1931ء (منعقدہ لاہور، صفحہ 3-102)

مجبور و مختار

عرض کیا نکلسن نے عربوں کی ادبی تاریخ میں قرآن حکیم کی دو آیتوں کا انگریزی ترجمہ کیا اور لکھا ہے کہ ان کے معانی میں تضاد ہے۔ ایک آیت کا مطلب ہے کہ انسان جو چاہے کرے، دوسری کا مطلب ہے کہ سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے!

فرمایا: "میں نے نکلسن کو لکھا تھا کہ جسے تم تضاد کہتے ہو وہ حقائق زندگی کے عین مطابق ہے۔" وضاحت کی تو فرمایا: "کیا ہر انسان خود کو بعض لمحوں میں مختار کل اور بعض میں مجبور محض محسوس نہیں کرتا؟"

عرض کیا ”جی ہاں“ کہنے لگے: ”تو بس میرا یہی مطلب ہے۔حقیقت کوئی یک رنگ چیز نہیں، ایک مختلف الالوان مرکب ہے۔“فرمایا: ”انسان کے مجبور و مختار ہونے کی حقیقی مصلحت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، البتہ احوالِ زندگی کے مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان رفتہ رفتہ اپنی تقدیر تک پہنچ رہا ہے۔ انسانی عظمت یہی ہے کہ آدمی اپنی مجبوریوں پر غالب آتا رہے، یہی اس کی معراج ہے“۔

(سید الطاف حسین ایم اے، ملفوظات)

عشق و وجدان

عشق یا وجدان ہی ایک ایسا ملکہ ہے جس کی بدولت موجودات کے تمام اسرار کا انکشاف ہو سکتا ہے۔

(سید عبد الواحد، ملفوظات)

مسئلہ تقدیر

مسلمانوں کی روش چوں کہ یہ ہے کہ اپنے ہر بدلتے ہوئے رویہ کا جواز ہی قرآن مجید میں تلاش کریں، خواہ قرآن مجید کے صاف صاف اور واضح الفاظ اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ لہٰذا تقدیر کے بارے میں ان کی تعبیرات اور زیادہ مہلک ثابت ہوئیں۔

(خطبہ چہارم، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 166)

تقدیر پرستی

عالم اسلام میں قرن ہا قرن سے نہایت درجہ ذلت خیز تقدیر پرستی کا دور دورہ رہا ہے۔ یہ تقدیر پرستی جس کو مغربی مصنفین قسمت کے لفظ سے ادا کرتے ہیں، کچھ تو نتیجہ تھی بعض فلسفیانہ افکار کا اور کچھ سیاسی مصلحت پسندیوں کا۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زندگی کی وہ قوت جو اسلام نے مسلمانوں کے اندر پیدا کی تھی، رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی (اور وہ اس کا شکار ہو گئے)۔

(خطبہ چہارم تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ صفحہ 167)

آزاد خیالی

آزاد خیالی کا رجحان بالعموم تفرقہ اور انتشار کی طرف ہوتا ہے۔

(پانچواں خطبہ تشکیلِ جدید الہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 251)

تہذیبِ مغربی

اسلام تہذیبِ حاضر کی تمام ضروری اور اصولی چیزوں کا دشمن ہے۔ مسلمانوں نے اسے تباہ کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ ان چیزوں کو جزوِ اسلام بنالیا۔ آج اگر تہذیبِ مغربی تباہ ہو جائے تو اسلام کا بول بالا ہو جائے گا۔ مسلمانوں کو تیار رہنا چاہیے کہ تہذیبِ مغربی کے خاتمہ پر اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا انحصار ہے۔

(خواجہ عبدالوحید، ملفوظات)

منصور کی سزا

اُس زمانے کے مسلمان منصور کی سزا دہی میں بالکل حق بجانب تھے۔

(حافظ محمد اسلم جیراج پوری کے نام)

آرزو

کاش! رسول اللہ ﷺ پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔

(سراج الدین پال کے نام)

ضربِ کلیم میں

قرشی سے مراد حضور رسالت مآب ﷺ ہیں، بخاری سے بوعلی سینا۔

(عرشی کے نام)

صحبت کے نتائج

ایک ہی قسم کا شوق رکھنے والوں کی صحبت بعض دفعہ ایسے نتائج پیدا کر دیتی ہے جو کسی کے خواب

میں نہیں ہوتے۔ (عرشی کے نام)

اللہ کے دشمن

دمشق کے موقع شناس اموی فرماں رواؤں نے جو عملاً مادہ پرستی اختیار کر چکے تھے، کربلا کے مظالم پر پردہ ڈالنے کے لیے اس اندیشہ کے پیشِ نظر کہ مبادا عوام ان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور انہیں امیر معاویہؓ کی بغاوت کے ثمرات سے محروم کر دیں، تقدیر کا عذر قائم کیا۔ چناں چہ معبد نے جب حسن بصریؒ سے کہا اموی مسلمانوں کو قتل کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی یوں ہی تھی تو حسن بصریؒ نے کہا "یہ اللہ کے دشمن جھوٹ کہتے ہیں۔"

(خطبہ چارم تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 167-68)

نظریہ اور تمدن

صرف نظریوں کی بنا پر کوئی پائیدار تمدن قائم نہیں ہو سکتا ہے۔

(خطبہ اوّل تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 22)

فکر سے محرومی

قومیں فکر سے محروم ہو کر تباہ ہو جاتی ہیں۔ (خطبہ صدارت 1932ء)

تقلید کا زمانہ

زمانۂ انحطاط میں تقلید اجتہاد سے بہتر ہے۔

(مضمون، پروفیسر رشید احمد صدیقی)

دعا

آؤ! اس نئے سال کو اس دعا پر ختم کریں کہ خدائے بزرگ و برتر اربابِ حکومت و اقتدار کو انسان بنائے اور انہیں انسانیت کی حفاظت کرنا سکھائے۔

(لاہور ریڈیو نشریہ)

اسوۂ رسول ﷺ

فرمایا: "اسوۂ رسول ﷺ شخصیت پرستی کی مخالفت کا بہترین مظہر ہے۔"

(سید الطاف حسین ایم اے، ملفوظات)

ہیرو

ہیرو کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "وہ انسان جس کے اعمال و افعال نوع انسانی کے لیے چشمہ ہائے زندگی جاری کرتے ہیں۔"

مزید فرمایا: "اسلام شخصیت پرستی کے خلاف ہے۔"

(سید الطاف حسین ایم اے، ملفوظات)

مذہب

مذہب قوم میں ایک متوازن سیرت پیدا کرتا ہے۔

(خالد خلیل کے نام)

موت وحیات

زندگی موت کی ابتدا ہے اور موت زندگی کا آغاز۔

(سالک، ذکرِ اقبالؒ)

تخیل اور لفظ

تخیل اور لفظ دونوں بہ یک وقت بطنِ احساس سے پیدا ہوتے ہیں۔

(لائٹ کے جواب میں)

طبیعت وزبان

ہر شخص کو طبیعت آسمان سے ملتی ہے، زبان زمین سے۔

(سالک، ذکر اقبالؒ)

سوال

فرمایا: "سوال کرنے سے روح فنا ہو جاتی ہے۔"

(سعادت علی خان، ملفوظات)

حُسن

حُسن قوت سے خالی ہو تو محض ایک پیغامِ موت ہے۔ (افکارِ پریشاں)

جہالت و غُربت

فرمایا: "غُربت (افلاس)، جہالت (ناخواندگی) ایمان و حریت کی راہ میں نہ کبھی سد ہوئے ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ ہم تو اُمّی پیغمبر کی اُمت ہیں۔"

(سعادت علی خاں، ملفوظات)

قوم کی جنس

جس طرح دنیا کی دوسری اشیا میں نر اور مادہ کا جنسی امتیاز موجود ہے اسی طرح قومیں بھی نر اور مادہ ہوتی ہیں اور اس کا پتا ان کے قول و عمل، معاشرت و کردار اور خصائل و نفسیات سے چلتا ہے۔

(روزگارِ فقیر (جلد اوّل، صفحہ 78)

انسان کا مرتبہ

کاش! انسان اس راز سے آگاہ ہو جائے کہ اس کو وہ کچھ عطا ہوا ہے جو شمس و قمر کو بھی نہیں، یعنی شعور (Consciousness) اور شخصیت۔

(روزگارِ فقیر (جلد دوم، صفحہ 200)

مصنوعات یورپ

یورپ کی بنی ہوئی چیزیں خُوب صُورت ضرور ہوتی ہیں، مگر ان میں اخلاقی زہر ہوتا ہے۔

(روزگارِ فقیر (جلد دوم، مسواک پر گفتگو، صفحہ 158)

اخلاص دشمن

تجربے سے معلوم ہوا کہ لوگ اخلاص و دیانت کے بہت دشمن ہیں۔

(انوارِ اقبالؒ، مرتبہ بشیر احمد ڈار، صفحہ 244)

مذہب اور آرٹ

آرٹ میں اطمینان و مسرت ہے، مگر قوت نہیں۔ مذہب میں اطمینان اور قوت دونوں چیزیں ہیں۔

(روزگارِ فقیر (جلد دوم)، صفحہ 183)

تنقید نہ کہ تقلید

مشرقی اقوام کو مغربی تہذیب پر تنقید کی ضرورت ہے، اس کی تقلید کی ضرورت نہیں۔

(اقبالؒ نامہ، جلد دوم)

دل

دل ایک ایسی چیز ہے کہ ہر امیر کے پہلو میں نہیں ہوتا۔

(مہاراجا کشن پرشاد کے نام)

حلِ مشکلات

جو مسائل انسان حل نہ کر سکے قدرت انہیں حل کرتی ہے۔

(اقبالؒ نامہ)

مخفی حادثات

بطنِ گیتی میں نہ معلوم کیا کیا حادثات پوشیدہ ہیں۔ (اقبالؒ نامہ)

خدائی فیصلے

اُمور کے فیصلے آسمان پر ہوتے ہیں، زمین پر محض ان کا اشتہار دیا جاتا ہے۔

(اقبالؒ نامہ)

وحدت انسانی

وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے۔

(ریڈیو تقریر، یکم جنوری 1935ء)

انسان کیا ہے؟

فرمایا: "میرے آباؤ اجداد برہمن تھے۔ انہوں نے عمریں اسی سوچ میں گزار دیں کہ خدا کیا ہے؟ میں اپنی عمر اس سوچ میں گزار رہا ہوں کہ انسان کیا ہے؟"

(اقبالؒ کے چند جواہر ریزے، صفحہ 300)

ہندوستانی موسیقی

فرمایا: "ہندوستانی موسیقی میں المیّت کا عنصر بہت زیادہ ہے اور ذوقِ حیات اس سے پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔"

(اقبالؒ کے چند جواہر ریزے)

جماعت

جماعت کسی مخصوص وقت پر آدمیوں اور عورتوں کی گنتی کا نام نہیں، بلکہ اس کی بقا اور عمل کا تعلق اس غیر محدود...... سے ہے جو اس کی گہرائیوں میں خوابیدہ ہوتا ہے۔

(تلخیص خطبہ آل انڈیا مسلم کانفرنس (منعقدہ لاہور)، 21 مارچ 1931ء)

مسلمانوں کا ذوقِ تعمیر

فرمایا: "مسلمانوں کی عمارتیں دو قسم کی ہیں جلالی و جمالی، اور یہ دونوں قسم کی عمارتیں اپنے بنانے والوں کے کردار کا آئینہ ہیں۔ جہانگیر، شاہ جہان اور عالم گیر میں محبت کا عنصر زیادہ تھا۔ اس لیے تاج محل شاہدرہ، شالیمار اور شاہی مسجد لاہور حسن و جمال کا مظہر بن گئیں۔ شیر شاہ سوری پیکر

جلال تھا اس لیے اس کے تعمیر کردہ قلعوں سے ہیبت برستی ہے۔ یہی حال فراعنۂ مصر کا تھا۔ الحمراء کے بانی بنو نصر تھے جن میں شدت اور سخت گیری زیادہ تھی۔ اس لیے الحمراء کو دیکھ کر خوف سا آنے لگتا ہے۔ میں نے الحمرا میں ہر جگہ ھو الغالب لکھا دیکھا اور ایسے حصوں کی تلاش بھی کرتا رہا جن سے انسان کے غالب ہونے کا تصور پیدا ہو لیکن میری یہ تلاش ناکام رہی۔

(یہ روایت پروفیسر حمید احمد خان، ادبی دنیا (دورِ ششم)، شمارہ 24)

اساسی فرق

مغربی آدمی کے لیے ہر چیز کا ماضی، حال اور مستقبل ہوتا ہے۔ مشرقی آدمی کے لیے ان کا وجود بلاقید زماں قائم ہوتا ہے۔

(تلخیص خطبہ آل انڈیا مسلم کانفرنس (منعقدہ لاہور، 21 / مارچ 1931ء)

مستقبل کے محرکات

ہمیں ان محرکات کا صحیح اندازہ ہونا چاہیے جو مستقبل کو خاموشی کے ساتھ بدل رہے ہیں۔

(تلخیص خطبہ آل انڈیا مسلم کانفرنس (منعقدہ لاہور 21 / مارچ 1931ء)

مدبر

موجودہ زمانے میں مدبروں میں قوت متخیلہ کی کمی بجائے عیب کے صفت بن چکی ہے۔

(تلخیص خطبہ آل انڈیا مسلم کانفرنس (منعقدہ لاہور 21 / مارچ 1931ء)

شرطِ کامیابی

اپنی خاک کو انسانیت کی پختگی بخشو اگر تم اپنے ارادوں میں کامیاب ہونا چاہتے ہو۔

(تلخیص خطبہ آل انڈیا مسلم کانفرنس (منعقدہ لاہور، 21 / مارچ 1931ء)

باطل کا جانشین باطل

ایک باطل کو مٹا کر دوسرا باطل قائم کرنا چہ معنی دارد؟

(بجواب مولانا حسین احمد مدنی)

شاعر اور سیاست دان

قومیں شعراء کی دست گیری سے پیدا ہوتی ہیں اور اہل سیاست کی پامردی سے نشوونما پا کر مر جاتی ہیں۔

(کابل میں ایک تقریر، مقالات، صفحہ 218)

طاقت کا زوال

جب طاقت عقل و دانش کو پسِ پشت ڈال کر اپنی ذات پر بھروسا کر لیتی ہے تو نتیجہ خود طاقت کا زوال ہوتا ہے۔

(مس فارقوہرسن کے نام)

مسلمان امرا

مسلمان امراء اسلام کی راہ میں خرچ کرنے کی ضرورت و اہمیت سے قطعاً نا آشنا ہیں۔

(مولوی محمد جمیل کے نام)

ہمہ دانی

اکثر انسانوں کو کنجِ تنہائی میں بیٹھے بیٹھے ہمہ دانی کا دھوکا ہو جاتا ہے۔

(بابو عبدالمجید کے نام)

مادی تعبیر

میں مسلمان ہوں اور ان شاء اللہ مسلمان مروں گا۔ میرے نزدیک تاریخ انسانی کی مادی

تعبیر سراسر غلط ہے۔

(غلام السیدین کے نام)

جدید و قدیم

میرے نزدیک اقوام کی زندگی میں قدیم ایک ایسا ہی ضروری عنصر ہے۔جیسا کہ جدید، بلکہ میرا میلان قدیم کی طرف ہے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

افلاطونیت

افلاطونیت جدیدہ کا فلسفہ جو مسلمانوں میں مروّج ہے، دلوں کو سخت پست کرنے والا اور اخلاق نُقطہ نظر سے نہایت مضر ہے۔

(اسرار خودی، ماخوذ از مقالات)

فکرِ معیشت

فکر روزی روح کا قاتل ہے۔

(عبدالماجد دریابادی کے نام)

مادہ اور رُوح

مادہ اور روح دونوں کے امتزاج کا نام حقیقت ہے۔

(حفیظ ہوشیار پوری، ملفوظات)

نتائج

بہترین نتائج کی خواہش، معمولی نتائج کی توقع اور بدترین نتائج کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

(سر فرانس ینگ ہسبنڈ کے نام خط، 30 / جولائی 1935، حرف اقبالؒ)

شہری آبادی

شہر کی آبادی جس قدر بڑھتی جاتی ہے اس کی تہذیبی اور اقتصادی توانائی کم ہوتی جاتی ہے

اور ثقافتی توانائی (Cultural Force) کی جگہ محرکات شر (Evil Forces) لے لیتے ہیں۔

(مسولینی سے بات چیت، روزگار فقیر (جلد اوّل صفحہ 49)

تہذیب

دورِ حاضر میں تہذیب رُو بہ ترقی نہیں رُو بہ تنزل ہے۔

(روزگار فقیر (جلد اوّل صفحہ 64)

رواداری کا غلط استعمال

جو لوگ رواداری کا نام لیتے ہیں وہ لفظ رواداری کے استعمال میں بے حد غیر محتاط ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ اس لفظ کو بالکل نہیں سمجھتے۔ رواداری کی روح ذہن انسانی کے مختلف نکتہ ہائے نظر سے پیدا ہوتی ہے۔ گبن کہتا ہے کہ ایک رواداری فلسفی کی ہوتی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر مفید ہیں۔ ایک رواداری ایسے شخص کی ہے جو ہر قسم کے فکر و عمل کے طریقوں کو روا رکھتا ہے کیوں کہ وہ ہر قسم کے فکر و عمل سے بے تعلق ہوتا ہے۔ ایک رواداری کم زور آدمی کی ہے جو محض کم زوری کی وجہ سے ہر قسم کی ذلت کو جو اس کی محبوب اشیا یا اشخاص پر روا رکھی جاتی ہے، برداشت کر لیتا ہے۔

(بجواب نہرو)

خودی

جو رہی خُودی تو شاہی، نہ رہی تو رُوسیاہی

حدودِ خُودی

حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔

(ظفر احمد صدیقی کے نام)

خُودی

جو فعل خودی کو مستحکم کرے وہ حسین ہے، جو خودی کو ضعیف بنائے وہ قبیح ہے۔

(روزگارِ فقیر (جلد اوّل)، صفحہ 188)

خُودی

فرمایا: ''خودی کا وجود خدا سے الگ نہیں۔''

(روایات نذیر نیازی)

خُودی

خُودی کا مفہوم محض احساسِ نفس یا تعینِ ذات ہے۔

(اسرارِ خودی (پہلا دیباچہ) 1915ء)

انسان کی انفرادیت

انسان کا انجام کچھ بھی ہو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اپنی انفرادیت کھو دے۔ یہ انفرادیت بہرحال قائم رہنی چاہیے اور اس کی حفاظت صرف خُودی سے ہو سکتی ہے۔

(خطبہٴ چہارم، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 177)

خُودی

جب تک اقوام کی خُودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو، امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔

(انوارِ اقبالؒ، صفحہ 219)

خُودی کا عرفان

خودی کا عرفان قرآن کے سوا اور کہیں نہیں ہے۔ (عرشی،ملفوظات)

شاہین

فرمایا:"شاہین محض شاعرانہ بات نہیں، اس میں اسلامی فقر کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

۱۔ خوددار اور غیرت مند ہے کہ اوروں کے ہاتھوں کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔

۲۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا۔

۳۔ بلند پرواز ہے۔

۴۔ خلوت پسند ہے۔

۵۔ تیز نگاہ ہے۔ (انوارِ اقبالؒ، صفحہ 209,210)

خُودی

میں اس خُودی کا حامی ہوں، جو سچی بے خُودی سے پیدا ہوتی ہے یعنی جو نتیجہ ہے جرأت اظہار الحق کا اور جو باطل کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح مضبوط ہے۔

(اکبر الہ آبادی کے نام، 15/ اکتوبر 1915ء)

خُدا شناسی

خُدا شناسی کا ذریعہ خرد نہیں، عشق ہے، جسے فلسفے کی اصطلاح میں وجدان کہتے ہیں۔
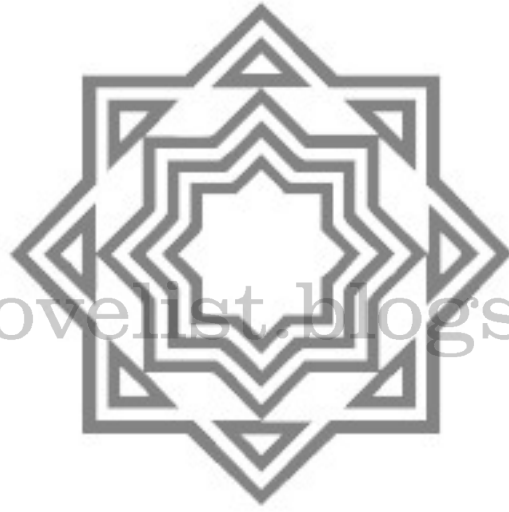
(روزگارِ فقیر (جلد اوّل صفحہ 177)

خرد اور دل

فرمایا:"یہ صرف دل ہی ہے جو خرد سے اُلجھتا ہے اور کوئی اس سے اُلجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یہ تنہا دل ہے جو خم ٹھونک کر سامنے آتا ہے۔

(روزگارِ فقیر (جلد اوّل صفحہ 175)

صُحبتِ رفتگاں

دلِ ما بیدلاں بُرد و رفتند

مُجدّد الف ثانیؒ

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

عرض کیا: ”تین سو سال پہلے جہانگیر کی بادشاہت میں خُم و ساغر کا دور تھا، کیا آپ اس کا احیاء چاہتے ہیں“؟ فرمایا: ”نہیں یہ شیخ احمد مجدّد الف ثانی سرہندیؒ کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کے سب سے زبردست رہنما گزرے ہیں“۔

(میاں بشیر احمد، ملفوظات)

شاہ ولی اللہؒ

شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مغربی ہند کے ملاحدہ کے رد اور اصلاح کے لیے مامور کیا تھا۔ یہ کلام انہوں نے نہایت خوبی سے کیا ہے۔

(مکاتیب اقبالؒ، صفحہ 5)

۲

ہمارا فرض ہے ماضی سے اپنا رشتہ منقطع کیے بغیر اسلام پر بحیثیت ایک نظامِ فکر از سرِ نو غور کریں۔ غالباً یہ شاہ ولی اللہؒ دہلوی تھے، جنہوں نے سب سے پہلے ایک نئی روح کی بیداری محسوس کی۔

(خطبۂ چہارم، تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 145)

۳

فلاسفۂ اسلام اور علمائے الٰہیات کے درمیان جو مسئلہ مختلف فیہ ہے، وہ یہ کہ انسان کی بعثت ثانیہ پر کیا اس کا جسم بھی پھر سے زندہ ہو جائے گا؟ اس میں زیادہ تر خیال یہ ہے اور شاہ ولی اللہ دہلوی جن کی ذات پر گویا الٰہیات کا خاتمہ ہو گیا، کی رائے بھی یہی تھی کہ حیات بعد الموت پر ایسا کوئی

مادی پیکر ناگزیر ہے جو خودی کے نئے ماحول میں اس کے مناسب حال ہو۔

(خطبۂ چہارم، تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 186)

جمال الدین افغانی

لیکن اس عظیم الشان فریضے کی حقیقی اہمیت اور وسعت کا پورا پورا اندازہ تھا تو سیّد جمال الدین افغانی کو جو اسلام کی حیاتِ ملّی اور حیاتِ ذہنی کی تاریخ میں بڑی گہری بصیرت کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے انسانوں اور ان کی عادات وخصائل کا خُوب خُوب تجربہ رکھتے تھے۔

(خطبۂ چہارم، تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 145)

سید سلیمان ندوی

آپ علومِ اسلام کی جوئے شیر کے فرہاد ہیں۔ آپ کا قلب قوی اور ذہن ہمہ گیر ہے۔ آپ استاذ الکل ہیں۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

عبدالوہاب اور جمال الدین

میرے نزدیک اگر کوئی شخص مجدّد کہلانے کا مستحق ہے تو وہ صرف جمال الدین افغانی ہیں۔ مصر، ایران، ترکی اور ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ جب کوئی لکھے گا تو سب سے پہلے عبدالوہاب نجدی اور بعد میں جمال الدین افغانی کا ذکر کرنا ہوگا موخر الذکر ہی اصل میں مؤسّس ہیں زمانہ حال کے مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کے۔

(چودھری محمد احسن 7/ اپریل 1932ء)

جمال الدین افغانی کا مشن

مسلمان سلاطین کی نظر اپنے خاندان کے مفاد پر جمی رہتی تھی اور اپنے اس مفاد کی حفاظت کے لیے وہ اپنے ملک کو بیچنے میں بھی پس وپیش نہیں کرتے تھے۔ سیّد جمال الدین افغانی کا مقصد

خاص یہ تھا کہ مسلمانوں کو دنیائے اسلام کے ان حالات کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جائے۔

علامہ سیّد انور شاہ کشمیری

سیّد انور شاہ دنیائے اسلام کے جید ترین محدّثین میں سے ہیں۔

(انوارِ اقبالؒ، صفحہ 255)

اسلامی حکماء

میری ایک مدت سے خواہش ہے کہ اسلامی حکماء و صوفیہ کے نُقطۂ نگاہ سے یورپ کو روشناس کرایا جائے۔ یقین ہے کہ اس کا بہت اچھا اثر ہوگا۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

خواجہ حافظ

خواجہ حافظ محض ایک شاعر ہیں۔ ان کے کلام سے جو صوفیانہ حقائق اخذ کیے گئے ہیں، وہ بعد کے لوگوں کا کام ہے۔

(اسرارِ خودی اور تصوف۔ وکیل امرتسر، 15 / جنوری 1916ء)

ہیگل کا فلسفہ

ہیگل کا فلسفہ..... نثر میں لکھی ہوئی ایک ''رزمیہ نظم'' ہے۔

(افکارِ پریشاں)

خواجہ حافظ پر تنقید

خواجہ حافظ پر ''اسرارِ خودی'' کے پہلے ایڈیشن میں جو تنقید کی گئی وہ ان کی ذات پر نہیں بلکہ ان کے ادبی نصب العین پر ہے۔

(دیباچہ، ثانی ایڈیشن)

حافظ کی شاعری

میرا عقیدہ ہے کہ حافظ کی شاعری نے مسلمانوں کے انحطاط میں بطور ایک عنصر کے کام کیا ہے۔

(اسرارِ خودی اور تصوف، وکیل امرتسر، 15 / جنوری 1916ء)

رومی کی ضرورت

عصر حاضر کو آج ایک رومی کی ضرورت ہے جو دلوں کو زندگی، اُمید اور ذوق وشوق کے جذبات سے معمور کر دے۔

(خطبۂ چہارم، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 183)

سنائی و رُومی

حکیم سنائی اور مولانا روم کو زیرِ نظر رکھنا چاہیے۔ اس قسم کے لوگ اقوام وملل کی زندگی کا اصل راز ہیں۔

(پروفیسر اکبر منیر کے نام)

رومی و بیدل

فرمایا: "رومی تخیل میں اور بیدل انداز بیاں میں فوقیت رکھتے ہیں۔"

(روزگار فقیر (جلد اوّل صفحہ 147)

ابنِ عربی، بیدل، ہیگل

ابنِ عربی، بیدل اور ہیگل کے جال میں جو شخص ایک دفعہ پھنس جاتا ہے اس کی رہائی مشکل سے ہوتی ہے۔

(ڈاکٹر سعید اللہ، ملفوظات)

اکبر الہ آبادی

مجھے یقین ہے کہ تمام ایشیا میں کسی قوم کے ادبیات کو اکبر نصیب نہیں ہوا اور نہ اسلامی ادیبوں

میں آج تک ایسی نکتہ رس ہستی پیدا ہوئی ہے۔

(انوار اقبالؒ، صفحہ 197)

حافظ کی دعوت

خواجہ حافظ جو حالت اپنے پڑھنے والوں کے دل میں پیدا کرتے ہیں (یعنی بحیثیت صوفی) وہ حالت افراد و اقوام کے لیے جو اس زمان و مکاں کی دنیا میں رہتے ہیں، نہایت ہی خطرناک ہے۔ حافظ کی دعوت موت کی طرف ہے، جس کو وہ اپنے کمالِ فن سے شیریں کر دیتے ہیں تا کہ مرنے والے کو اپنے دُکھ کا احساس نہ ہو۔

(اسرارِ خودی اور تصوف، وکیل امرتسر، 15/جنوری 1916ء)

ٹیگور

فرمایا: ''ٹیگور کی شاعری میں شانتی ہے، میری شاعری میں حرکت ہے، لیکن میں عملی آدمی نہیں''۔

(میاں بشیر احمد، ملفوظات)

عبدالقادر بیدل

اپنی طرز کے آپ ہی مُوجد، مبدع، خالق اور صانع تھے، ان کے بعد کوئی اس طرز میں کامیابی نہ پا سکا۔

(عرشی، ملفوظات)

لُوتھر کی تحریک

مسلمانوں پر اس وقت دماغی اعتبار سے وہی زمانہ آ رہا ہے جس کی ابتدا یورپ کی تاریخ میں لُوتھر کے عہد میں ہوئی۔ مگر چوں کہ اسلامی تحریک کی کوئی خاص شخصیت راہنما نہیں ہے، اس واسطے اس تحریک کا مستقبل خطرات سے خالی نہیں نہ عامۃ المسلمین کو یہ معلوم ہے کہ اصلاحِ لُوتھر نے مسیحیت کے لیے کیا کیا نتائج پیدا کیے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

ادب، شاعری، آرٹ

جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہُنر کیا!

زبان

زبان کو میں ایک بُت تصور نہیں کرتا، جس کی پرستش کی جائے، بلکہ اظہار مطالب کا ایک انسانی ذریعہ سمجھتا ہوں۔ زبان انسانی خیالات کے انقلاب کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اور جب اس میں انقلاب کی صلاحیت نہیں رہتی تو مردہ ہو جاتی ہے۔

(عبدالرب نشتر کے نام)

زبان کی بقا

زبانیں اپنی اندرونی قوتوں سے نشو و نما پاتی ہیں اور نئے نئے خیالات و جذبات ادا کر سکنے پر اُن کی بقا کا انحصار ہے۔

(مولوی عبدالحق کے نام)

اسلوبِ بیاں

اسلوبِ بیاں کو شاعری کا حقیقی (view) تصور کرنا کسی طرح درست نہیں۔

(آل احمد سرور کے نام)

عوامی مزاج

بائرن، گوئٹے اور شیلے کو اپنے معاصرین کا احترام حاصل نہ ہو سکا۔ پبلک کے احترام و عقیدت کا خراج ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو عوام کے غلط نظریات اور اخلاق و مذہب کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ (عطیہ کے نام، صفحہ 124)

لٹریچر

مسلمانوں کا لٹریچر تمام ممالک اسلامیہ میں قابلِ اصلاح ہے۔ یاسیہ لٹریچر کبھی زندہ نہیں رہ سکتا، قوم کی زندگی کے لیے اس کا اور اس کے لٹریچر کا رجائیہ ہونا ضروری ہے۔

(لسان العصر اکبر کے نام)

قحط الرجال

اس وقت ہندوستان میں بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے اسلامی لٹریچر کا بہ غور مطالعہ کیا ہے۔

(اسرارِ خودی اور تصوف۔ وکیل، امرتسر، 15/ جنوری 1915ء)

تاریخِ ادبیاتِ ایران

فرمایا: ''براؤن کی ''تاریخِ ادبیاتِ ایران'' ایک کوشش تھی ایرانی قومیت کو ہوا دینے کی، اس مقصد سے کہ ملّتِ اسلامیہ کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے۔''

(بہ روایت سید نذیر نیازی، مکتوباتِ اقبالؒ، صفحہ 97)

شعر کا منبع و مآخذ

شعر کا منبع و مآخذ شاعر کا دماغ نہیں، اس کی رُوح ہے۔ اگرچہ تخیّل کی بے پایاں وسعتوں سے شاعر کو محفوظ رکھنے کے لیے دماغ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

(پروفیسر اکبر منیر کے نام)

ایرانی شاعر

حال کی ایرانی شاعری کچھ نہیں، ایرانی شاعری کا قاآنی پر خاتمہ ہو گیا۔

(پروفیسر اکبر منیر کے نام)

فن برائے فن

فن برائے فن خطرناک بلکہ مُہلک نظریہ ہے۔

(اقبالؒ کے چند جواہر پارے، صفحہ 38)

عجمی شعرا

ان شعرا نے نہایت عجیب و غریب اور بہ ظاہر دل فریب طریقوں سے شعارِ اسلام کی تردید و تنسیخ کی ہے۔

(سراج الدین پال کے نام)

عروض

ہم نے پابندیِ عروض کی خلاف ورزی کی تو شاعری کا قلعہ ہی منہدم ہو جائے گا۔ موجودہ شعرا کا کام تعمیری ہونا چاہیے، نہ کہ تخریبی۔

(عباس علی کے نام)

منطقی صداقت اور شاعری

شاعری میں منطقی صداقت تلاش کرنا بے کار ہے، تخیل کا آدرش حُسن ہے نہ کہ سچائی لہٰذا اگر آپ کسی شاعر کی عظمت منوانا چاہتے ہیں تو کلام کے ان مقامات کا حوالہ دینے کی کوشش نہ کیجیے جہاں شاعر علمی (سائنٹفک) صداقت پیش کرتا ہے۔

(افکارِ پریشاں)

عربی اور اردو شاعری

اردو شعرا بھی اپنی قوم کے لیے فرحت مہیا کرتے ہیں۔ پرانے عربی شعرا بھی یہی کیا کرتے تھے لیکن عربی شاعری میں اور اردو شاعری میں وہی فرق ہے جو ایک سرفروش جنگجو قوم میں اور ایک عشرت زدہ قوم میں ہوتا ہے۔

(انوارِ اقبالؒ، صفحہ 35)

آرٹ

کسی قوم کے آرٹ کو دیکھ کر اس قوم کی نفسیاتی کیفیتوں کا صحیح نقشہ کھینچا جا سکتا ہے، آرٹ زندگی کا مظہر ہی نہیں، زندگی کا آلہ کار بھی ہے۔

(انوارِ اقبالؒ، صفحہ 35)

اردو شاعری

اردو شاعری ہندوستان کے دورِ انحطاط کی پیداوار ہے، اس لیے کم زور، غیر فطری اور حد درجے کی مصنوعی ہے۔

(انوارِ اقبالؒ، صفحہ 35)

شاعر

جب شاعر کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں تو دنیا کی بند ہوتی ہیں اور جب شاعر کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتی ہیں تو دنیا کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

(روزگارِ فقیر جلد اوّل، صفحہ 65)

شاعر

شاعر قوم کی زندگی کی بنیاد کو آباد بھی کر سکتا ہے اور برباد بھی۔ جو حُسن قوت سے خالی ہو، محض موت ہے۔ آرٹ آلہ تفریح نہیں، ایجاد و اختراع ہے۔

(کابل میں ایک تقریر، مقالات، صفحہ 218)

کمالِ صنعت

"کمالِ صنعت اپنی غایت آپ ہے" (یہ گویا) انفرادی اور اجتماعی انحطاط کا ایک عیارانہ حیلہ ہے، جو اس لیے تراشا گیا ہے کہ ہم سے زندگی اور قوت دھوکا دے کر چھین لی جائے۔

(رسالت مآب ﷺ کا ادبی تبصرہ، مطبوعہ ستارۂ صبح، 1917ء)

ایرانی لٹریچر

ایرانی لٹریچر میں عربیت کو فی الحقیقت کوئی دخل نہیں، بلکہ زردشتی رنگ اس کے رگ و ریشہ میں ہے اور اسی پر اس کے حُسن کا دارومدار ہے۔

(خط از عدن، 12/ستمبر 1905ء اخار وطن، بنام مولوی انشاء اللہ خان)

منطق و شعر

منطق کی خشکی شعر کی دل ربائی کا حُسن بالا نہیں کر سکتی ہے۔

(دیباچہ مثنوی اسرارِ خودی اشاعت اوّل 1915ء)

شاعرانہ تخیل

شاعرانہ تخیل محض ایک ذریعہ ہے، اس حقیقت کی طرف توجہ دلانے کا کہ لذّتِ حیات انا کی انفرادی حیثیت کے استحکام اور اس کی توسیع سے وابستہ ہے۔

(دیباچہ مثنوی اسرارِ خودی اشاعت اوّل 1915ء)

زبان کی تعمیر

فرمایا: "کوئی بولی بھی ہو ایک زبردست شخصیت اسے بنا سکتی ہے، عجب نہیں کہ پنجابی کو بھی کوئی گوئٹے جیسا آدمی مل جائے"۔

(بہ روایت حامد علی خاں، رسالہ سارنگ (پنجابی) دسمبر 1930ء)

آرٹ

آرٹ مقدس جھوٹ ہے۔

(افکارِ پریشاں، 27 اپریل 1910ء)

خواجہ حافظ

(بہ ضمن خواجہ حافظ) ''اسرارِ خودی'' میں جو کچھ لکھا گیا وہ ایک لٹریری نصب العین کی تنقید تھی، جو مسلمانوں میں کئی صدیوں سے پاپولر ہے۔ اس وقت (یہ نصب العین) غیر مفید نہیں بلکہ مُضر ہے۔

(لسان العصر اکبر کے نام)

پنجابی شاعری

۱۔ پنجابی شاعری جذبات سے بھیگی ہوئی ہے۔ زبان بڑی سیدھی سادی، نرم اور میٹھی ہوتی ہے۔ جذبات سچے ہوتے ہیں اور بڑے کھلے الفاظ میں بیان کیے جاتے ہیں۔

۲۔ پنجابی شاعری میں ایک اور خصوصیت ہے کہ اس میں وطن کی محبت کے متعلق پُر جوش گیت ملتے ہیں۔ فوجی گیتوں کی بھی کمی نہیں۔ عام لوگوں کے گیتوں اور بولیوں کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔

۳۔ اردو میں تصوف کی شاعری ہے ہی نہیں۔ صرف ایک میر دردؔ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اردو میں وطن کی محبت کی شاعری اور فوجی گیت بھی نہیں ہیں۔

۴۔ اُردو کی عشقیہ شاعری میں بناوٹ زیادہ اور جذبات کا زور کم ہے۔ عام لوگوں کے گیت تو اس میں بالکل نہیں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اُردو شاعری درباروں، امیروں اور مصاحبوں کے ہاتھوں میں پلی پھولی ہے۔ یہ لوگ یا تو ایرانی تھے یا ایرانی مذاق پسند کرتے

تھے۔اُن کا میل جول عام لوگوں سے نہیں تھا۔

۵۔ پنجابی شاعری کی بنیاد عام لوگوں کی زندگی پر ہے اور اُردو شاعری کی بنیاد امیروں اور مصاحبوں کی زندگی پر ہے۔

(بہ روایت حامد علی خاں، رسالہ سارنگ (پنجابی) دسمبر 1930ء)

لِسانی عصبیّت

میری لسانی عصبیّت، دینی عصبیّت سے کسی طرح کم نہیں۔

(مولوی عبدالحق کے نام)

ادبی نصب العین

میرا ادبی نصب العین عام نقادوں کے نصب العین سے مختلف ہے۔

(شوکت حسین کے نام)

فلسفۂ عجم

میری کتاب فلسفۂ عجم اب سے اٹھارہ سال پہلے لکھی گئی تھی۔ اس وقت (کی بہ نسبت) اب بہت سے نئے امور کا انکشاف ہوا ہے اور خود میرے خیالات میں بھی بہت سا انقلاب آ چکا ہے۔

(خط بنام میر حسن الدین، 11 /جنوری 1927ء انوارِ اقبالؒ صفحہ 201)

قرآن واسلام

الحُکمُ لِلّٰہ المُلکُ لِلّٰہ

قانونِ الٰہی کیا ہے؟

اسلام نفسِ انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کے عمل کے لیے حدود متعین کرتا ہے۔ ان حدود کے متعین کرنے کا نام اصطلاحِ اسلام میں شریعت یا قانونِ الٰہی ہے۔

(مولوی ظفر احمد صاحب صدیقی کے نام، 1936ء)

قرآن مجید

قرآنِ مجید کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب میں محمدی نسبت پیدا کرے۔

(نیاز الدین خاں کے نام)

احسن الخالقین

فرمایا: ''موجودہ دنیا اپنے تمام علم و تہذیب اور صنائع و بدائع سمیت مسلمانوں کی ''مخلوق'' ہے''۔

میں نے مخلوق کے لفظ پر قدرے تعجب کیا، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے؟

''فرمایا: ''آیہ احسن الخالقین سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ دوسرے تمام خالقوں سے احسن اور حقیقی خالق ہے۔'' (عرشی، ملفوظات)

قرآن کے الفاظ بھی الہامی ہیں

فارمن کرسچین کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لوکس نے پوچھا: ''آپ کے نزدیک آپ کے نبیؐ پر قرآن کا مفہوم نازل ہوتا تھا، جسے وہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے یا الفاظ بھی نازل ہوتے تھے''؟

فرمایا: ''میرے نزدیک قرآن کی عبارت عربی زبان میں حضورؐ پر نازل ہوتی تھی، قرآن کے مطالب ہی نہیں الفاظ بھی الہامی ہیں''۔

ڈاکٹر لوکس نے کہا: ''میری سمجھ میں نہیں آتا، آپ جیسا عالی دماغ فلسفی الہام

لفظی پر کیوں کر اعتقاد رکھتا ہے''؟

فرمایا: ''میں اس معاملہ میں کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ مجھے خود اس کا تجربہ ہے۔ میں پیغمبر نہیں، محض شاعر ہوں۔ شعر کہنے کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو بنے بنائے اور ڈھلے ڈھلائے شعر اُترنے لگتے ہیں اور میں انہیں بعینہ نقل کر لیتا ہوں۔ اگر ایک شاعر پر پورا شعر نازل ہو سکتا ہے تو اس میں تعجب کیا کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن کی پوری عبارت لفظ بہ لفظ نازل ہوتی تھی۔ (ذکرِ اقبالؒ، سالک)

مُطالعہ ءِ قرآن

فرمایا: ''قرآن کو اس زاویہ نگاہ سے مت پڑھو کہ تمھیں فلسفے کے مسائل سمجھائے گا۔ اسے اس زاویہ نگاہ سے پڑھو کہ اللہ تعالیٰ سے میرا کیا رشتہ ہے اور کائنات میں میرا کیا مقام ہے؟''

(روزگارِ فقیر جلد اوّل، صفحہ 179)

قرآن پاک

قرآن صرف الہیات کی کتاب نہیں، بلکہ اس میں انسان کے معاش اور معاد کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، پُوری قطعیت سے کہا گیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کا تعلق الہیات ہی کے مسائل سے ہے۔

(روزگارِ فقیر' جلد دوم' صفحہ 54 قرآن اور اقبالؒ، از ابو مصلح)

قرآن مجید

قرآن کامل کتاب ہے اور خود اپنے کمال کا مُدعی ہے، لیکن ضرورت ہے کہ اس کے کمال کو عملی طور پر ثابت کیا جائے کہ سیاسیات انسانی کے لیے تمام ضروری قواعد اس میں موجود ہیں اور اس میں فلاں فلاں آیات سے فلاں فلاں قواعد کا استخراج ہوتا ہے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

قرآن کا نظریۂ انقلاب

جو کچھ قرآن سے میری سمجھ میں آیا ہے، اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح ہی کا داعی نہیں بلکہ بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے، جو اس کے قومی اور نسلی نقطۂ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں)

مطالب قرآن

جس قدر انسان کا ذوق و وجدان اور اخلاق و روحانیت ترقی کرتے جائیں گے، اسی قدر اس پر قرآن کے مطالب آشکار ہوتے جائیں گے۔

(عرشی، ملفوظات)

معیارِ نبوّت

فرمایا: "معجزے یا پیشین گوئیاں نہیں، بلکہ نبی کی تعلیم اور اس کی زندگی نبوت کے لیے حجت ہوتی ہے"۔ (ڈاکٹر سعید اللہ، ملفوظات)

نبی کریم ﷺ

میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں، جس طرح صحابہؓ ہوا کرتے تھے۔

(نیاز الدین خاں کے نام)

اُسوۂ رسول ﷺ

مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسوۂ رسول ﷺ کو مدِ نظر رکھیں تا کہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے۔

(تقریر میلاد النبی، مطبوعہ صوفی، اکتوبر 1926ء)

دُعا

دُعا خواہ انفرادی ہو، خواہ اجتماعی ضمیر انسانی کی اس نہایت درجہ پوشیدہ آرزو کی ترجمان ہے کہ کائنات کے ہولناک سکوت میں وہ اپنی پکار کا کوئی جواب سُنے۔ یہ انکشاف وتجسس کا وہ عدیم المثال عمل ہے، جس میں طالبِ حقیقت کے لیے نفی ذات ہی کا لمحہ اثباتِ ذات کا لمحہ بن جاتا ہے اور جس میں وہ اپنی قدر و قیمت سے آشنا ہو کر بجا طور پر سمجھتا ہے کہ اس کی حقیقت کائنات کی زندگی میں سچ مچ ایک فعال عنصر کی ہے۔

(خطبہ سوم، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 139)

دُعا

فرمایا: ''ایک صبح یورپ سے واپس آتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سامنے آ گئی'':

''وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ'' قرآن کریم، سورۃ البقرہ 126:2)

خدایا! ''حرم کعبہ کے اہالی کو پھلوں سے رزق عنایت فرما''!

طبیعت بے حد متاثر ہوئی چار ہزار سال اس دعا کو گزر چکے ہیں، اس کی مقبولیت ایک بدیہی حقیقت بن چکی ہے۔ تمام اسلامی ملک جو حرم کعبہ سے وابستہ ہیں، پھلوں سے لدے پھندے ہیں، لیکن یورپ اور امریکا پھلوں کی اس بوقلمونی اور اس فراوانی سے محروم ہیں۔

(عرشی، ملفوظات)

دُعا

مسلمانوں کی بہترین تلوار دُعا ہے۔ اس سے کام لینا چاہیے۔ ہر وقت دُعا کرنی چاہیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیے۔

(روزگارِ فقیر (جلد دوم)، صفحہ 175)

خُدا کا تصور

عیسائیت خدا کو محبت سے تعبیر کرتی ہے، اسلام طاقت سے۔ ان دونوں تصورات کے مابین یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ صحیح کون سا ہے اور غلط کون سا؟ ہمیں پوری انسانیت کی تاریخ کو کھنگالنا پڑے گا۔ جہاں تک میں جانتا ہوں تاریخ میں خُدا نے اپنے آپ کو محبت کی بجائے طاقت کے رُوپ میں پیش کیا ہے۔ میں خداوند تعالیٰ کی شانِ محبوبی کا مُنکر نہیں ہوں، بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ تاریخی تجربات کی بنیاد پر خدا کی بہترین تعریف طاقت وقوت کے پیرائے ہی میں کی جاسکتی ہے۔

(افکار پریشاں)

عشق نبوی ﷺ

خوشا وہ دل جو عشقِ نبوی ﷺ کا نشیمن ہو۔

(انوار اقبالؒ مرتبہ بشیر احمد ڈار صفحہ 35)

تفاسیرِ قُرآن

کوئی آدمی عربی زبان کے چارم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہندی مسلمانوں کی بڑی بدبختی یہ ہے کہ اس ملک سے عربی زبان کا علم اُٹھ گیا۔ قُرآن کی تفسیر میں محاورۂ عرب سے بالکل کام نہیں لیا جاتا۔ نہایت بے دردی سے قرآن اور اسلام میں ہندی اور یونانی تخیلات داخل کیے جارہے ہیں۔

(نیاز احمد خان کے نام 1931ء)

پانچ ارکان

فرمایا: ''قوم کی تشکیل وتعمیر کے لیے اسلام کے پانچ ارکان یعنی شہادت، نماز، روزہ، زکوٰۃ

اور حج کا اجرا و انضباط کافی ہے۔ اس کی محسوس اور عملی صورت عہد سعادت سے بہتر کہیں نظر نہیں آتی ہے۔"

(سالک، ذکر اقبالؒ)

کلمتہ اللہ

کوئی فعل مسلمانوں کا ایسا نہیں ہونا چاہیے جس کا مقصد اعلائے کلمتہ اللہ کے سوا کچھ اور ہو۔

(اکبر الہ آبادی کے نام، 25 / اکتوبر 1915ء)

قلب کی اطلاعات

قرآن مجید کے نزدیک قلب کو قوّت دید حاصل ہے اور اس کی اطلاعات، بشرطیکہ ان کی تعبیر صحت کے ساتھ کی جائے، کبھی غلط نہیں ہوتی۔

(خطبات اقبالؒ، تشکیلِ جدید الہٰیات اسلامیہ، صفحہ 23)

دین اور ملّت کی بنیادیں

اسلام بحیثیت دین خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن بحیثیت سوسائٹی یا ملّت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔

(تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ)

تین پہلو

اسلام انسانی شخصیّت کے تین پہلوؤں کی یکساں تربیّت اور آبیاری کرتا ہے۔ (۱) شعور، (۲) جذبہ اور (۳) ارادہ۔

(روزگارِ فقیر جلد اوّل صفحہ 189)

اسلام میں وجہ امتیاز

اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کی حدود مقرر ہیں، یعنی وحدتِ الُوہیّت پر ایمان،

انبیا پر ایمان اور رسول کریم ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان، یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے۔

اسلام

اسلام پر ابتلاو آزمائش کا ایسا وقت کبھی نہیں آیا جیسا کہ آج درپیش ہے۔

(تلخیص خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ، الہ آباد 1930ء)

اسلام

اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے جو ذہن انسانی کو نسل و وطن کی قیود سے آزاد کرا سکتی ہے۔

(تلخیص خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ، الہ آباد 1930ء)

اسلام کا مستقبل

اسلام کے مستقبل کا انحصار پنجاب کے کاشت کاروں کی آزادی پر ہے۔

(تلخیص خطبۂ آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور، 21/ مارچ 1931ء)

قرآن، حدیث، سیرت

قرآن و حدیث کے غوامض بتانا بھی ضروری ہے لیکن عوام کے دماغ ابھی ان مطالب عالیہ کے متحمل نہیں، انہیں فی الحال اخلاق نبوی ﷺ کی تعلیم دینی چاہئے۔

(تقریر میلاد النبیؐ، مطبوعہ صوفی، اکتوبر 1926ء)

دو مطالبے

قرآن کا مقصد یہ ہے کہ مسلم بحیثیت فرد وہ انسان بن سکے جسے وحیِ خداوندی احسن التقویم کے نام سے تعبیر کرتی ہے اور ملّتِ اسلامیہ وہ ملّت بن جائے جو قرآن پاک کے الفاظ میں دنیا کی بہترین اُمّت (خیرُ الاُمم) ہو۔

(مقالات، صفحہ 239)

علومِ جدیدہ

تمام وہ اصول جن پر علومِ جدیدہ کی بنیاد ہے مسلمانوں کے فیض کا نتیجہ ہے۔

(مقالات ،صفحہ 239)

ایک معاشرہ

اسلام ذاتی رائے کا معاملہ نہیں ، بلکہ اسلام نام ہے ایک سوسائٹی کا۔

(تلخیص خطبہ آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور 21 / مارچ 1931ء)

اسلام کا حصار

ایک سبق جو میں نے تاریخ اسلام سے سیکھا ہے یہ ہے کہ آڑے وقتوں میں اسلام ہی نے مسلمانوں کی زندگی کو قایم رکھا ،مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کی۔

(تلخیص خطبہ الہ آباد ، 29 / دسمبر 1930ء)

فوق البشر

فرمایا: ''اسلام ہی وہ بہترین سانچا ہے جس میں فوق البشر ڈھلتے ہیں''۔

(سید الطاف حسین ایم اے ،ملفوظات)

اصولِ فقہ

فرمایا: ''جو شخص اس وقت قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانہ حال کے جورس پروڈنس (اُصولِ فقہ) پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکامِ قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہی اسلام کا مجدّد ہو گا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہو گا۔

(سالک ، ذکر اقبالؒ)

حدودِ جہاد

فرمایا: ''جہاد عام طور پر تو دفاعی ہے لیکن بروقت ضرورت جارحانہ بھی ہو سکتا ہے مثلاً اگر کسی

قوم کی بد اخلاقی اس قدر بڑھ جائے کہ اس سے ہمسایہ قوموں کے اخلاق تباہ ہونے کا اندیشہ پیدا ہو تو ہمسایہ مسلمان حکومت کا فرض ہے کہ بہ زور شمشیر اس قوم سے خرابی کو مٹانے کی کوشش کرے۔ طاقت کے بغیر امرونہی کیسے ہو سکتے ہیں۔"

(سائکل ذکر اقبالؒ)

مسلمان ہونے کی شرط

انسان صحیح معنوں میں اسی وقت مسلمان ہو سکتا ہے جب قرآن کے بتائے ہوئے اوامر و نواہی اس کی اپنی "خواہش" بن جائیں۔

(عرشی، ملفوظات)

مسلمان

مسلمان ایک ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرتا ہے اُسے پاش پاش کرتا ہے اور جو اس پر گرتا ہے پاش پاش ہو جاتا ہے۔ (روزگارِ فقیر جلد اوّل صفحہ 83)

مہمان نوازی

مہمان نوازی پیغمبروں کا خاصا ہے۔

(روزگارِ فقیر جلد اوّل صفحہ 83)

فرائض کی یک جائی

میرا مذہب یہ ہے کہ اسلام نے دین و دنیا کے فرائض کو یک جا کیا ہے۔

(اسرارِ خودی اور تصوف۔ وکیل، امرتسر، 15 /جنوری 1916ء)

مذہب بغیر قوت

مذہب بغیر قوّت کے محض ایک فلسفہ ہے۔

(اکبر الٰہ آبادی کے نام 18 اکتوبر 1915ء)

مُطالعۂ اسلام

میں نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ اسلام اور اس کی شریعت اس کی سیاست، اس کے تمدن، اس کی ثقافت، اس کی تاریخ اور اس کے ادبیات کے مطالعہ میں صرف کیا ہے۔میرا خیال ہے کہ اس روحِ اسلامی کے ساتھ مستقل وابستگی نے (جو زمانہ کے ساتھ ساتھ بے نقاب ہوتی جاتی ہے) مجھے ایک ایسی فراست عطا کر دی ہے جس کی روشنی میں، مَیں اس عظیم الشان اہمیت کا اندازہ کر سکتا ہوں جو اسلام کو ایک عالم گیر حقیقتِ ثابتہ کی حیثیت سے حاصل ہے۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ الہ آباد، 1930ء صفحہ 18)

اسلام کی آزمائش

زمانہ حال کے فقہا یا تو زمانہ کے میلانِ طبیعت سے بے خبر ہیں یا قدامت پرستی میں مقیّد ہیں۔ہندوستان میں عام حنفی اس بات کے قائل ہیں کہ اجتہاد کے تمام دروازے بند ہیں۔ میری ناقص رائے میں مذہبِ اسلام گویا زمانہ کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے اور شاید تاریخِ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

قحطُ الرِّجال

یہاں لاہور میں ضروریاتِ اسلامی سے ایک متنفس بھی آگاہ نہیں۔پنجاب میں علما کا پیدا ہونا بند ہو گیا ہے۔صوفیہ کی دکانیں ہیں مگر وہاں سیرتِ اسلامی کی متاع نہیں ملتی۔

(اکبر الہ آبادی کے نام 25 / اکتوبر 1915ء)

مذہب و سلطنت

مسلمانوں کے سیاسی تجربے کی تاریخ میں مذہب و سلطنت کی علاحدگی محض وظائف کی علاحدگی ہے،عقائد کی علاحدگی نہیں۔ (بہ جواب نہرو)

مہدی و مسیح

مہدی و مسیح کے متعلق جو احادیث ہیں، ان پر علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں مفصل بحث کی ہے۔ ان کی رائے میں یہ تمام احادیث کمزور ہیں۔ جہاں تک اصولِ فنِ تنقید احادیث کا تعلق ہے، میں بھی اُن کا ہم نوا ہوں، مگر اس بات کا قائل ہوں کہ مسلمانوں میں کسی بڑی شخصیت کا ظہور ہوگا۔ احادیث کی بنا پر نہیں۔ بلکہ اور بنا پر، میرا عقیدہ یہی ہے۔

(خط بنام ضیاء الدین برنی، انوارِ اقبالؒ، مرتب بشیر احمد ڈار، صفحہ 144)

اسلام

عربی اسلام ہندوستان میں ایک فراموش شدہ چیز ہے۔

(فوق کے نام خط، انوارِ اقبالؒ، مرتب بشیر احمد ڈار، صفحہ 22)

مَلامت کا خوف

ملامت کا خوف رکھنا ہمارے مذہب میں حرام ہے۔

(سراج الدین پالؔ کے نام)

صداقتِ اسلام

صداقتِ اسلام کو عقلی دلائل ہی کی نہیں، بلکہ قلبی دلائل کی بھی ضرورت ہے۔

(بحوالہ قاضی عبد المجید قرشی)

فلسفی دین دار

مسلمانوں میں دین والا آدمی جب فلسفہ کی اصطلاحوں میں بات کرتا ہے تو اس کی حیثیت نہ فلسفیانہ ہوتی ہے اور نہ ہی دینی لحاظ سے اس میں وزن ہوتا ہے۔

(بہ روایت سید عبد اللہ)

قومیت اسلام

قومیت کے اصول فقط صرف اسلام ہی نے بتائے ہیں، جن کی پختگی اور پائیداری مرورِ ایام سے متاثر نہیں ہو سکتی۔

(مکاتیب اقبال صفحہ 9)

مذہب کا مقصود

مذہب کا مقصود عمل ہے، نہ (کہ) انسان کے عقلی اور دماغی تقاضوں کو پورا کرنا۔

(مکاتیب اقبال صفحہ 6)

اِضطراب

میرے دل میں ممالک اسلامیہ کے موجودہ حالات دیکھ کر بے انتہا اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔ یہ بے چینی اور اضطراب محض اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل گھبرا کر کوئی اور راہ اختیار نہ کرے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام خط، 1926ء)

زندہ طاقت

اس وقت قوم و وطن کے تصوّر نے مسلمانوں کی نگاہ کو نسل و خون کے امتیاز میں اُلجھا رکھا ہے اور اس طرح وہ اسلام کے انسانیت پرور مقصد میں عملاً حارج ہو رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ نسلی احساسات ترقی کرتے کرتے ان اصول و قواعد کے مُحرک ہوں جو تعلیماتِ اسلامی کے مخالف ہی نہیں، بلکہ ان سے بالکل متضاد ہیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے جو ذہنِ انسانی کو نسل و وطن کی قیود سے آزاد کر سکتی ہے۔

(حرف اقبالؒ)

رُوح و مادہ

اسلام وحدتِ انسانی کو رُوح اور مادہ کے دو الگ تھلگ شعبوں میں تقسیم نہیں کرتا۔ اسلام میں خدا اور کائنات، روح اور مادہ، مذہب اور سیاست میں ناخن اور گوشت کا سا باہمی تعلق ہے۔

(حرفِ اقبالؒ)

کُفر کا فتویٰ

آج کل کے تعلیم یافتہ مسلمان (جو مسلمان کے دینیاتی مناقشات کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں) لفظ کُفر کے غیر محتاط استعمال کو ملّتِ اسلامیہ کے اجتماعی و سیاسی انتشار کی علامت تصور کرتے ہیں، لیکن یہ ایک بالکل غلط تصور ہے۔ اسلامی دینیات میں ایک دوسرے پر الحاد کا الزام لگانا، باعثِ انتشار ہونے کی بجائے دینیاتی تفکّر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔

(حرفِ اقبال، صفحہ 148)

دین قیم سے مُراد

اُمتِ مُسلمہ جس دین فطرت کی حامل ہے، اس کا نام دین قیم ہے۔ دین قیم کے الفاظ میں ایک عجیب وغریب لطیفۂ قرآنی مخفی ہے اور وہ یہ کہ صرف دین ہی مقوّم ہے، اس گروہ کے امور معاشی و مادی کا جو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس کے نظام کے سپرد کردے۔ بالفاظ دیگر قرآن کی رو سے حقیقی تمدنی یا سیاسی معنوں میں قوم، دین اسلام ہی سے تقویم پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن صاف صاف اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ کوئی دستور العمل جو غیر اسلامی ہو نا معقول و مردود ہے۔

(حرفِ اقبالؒ)

پنجاب میں اسلام

اسلامیات کے متعلق طرزِ جدید پر تحقیقی شعبہ کا قیام اہم ترین ضرورت ہے۔ کیوں کہ (ہندوستان) کے کسی صوبہ میں بھی اسلامی تاریخ، الٰہیات، فقہ اور تصوف سے لاعلمی کے باعث اتنا فائدہ نہیں اُٹھایا گیا، جتنا پنجاب میں۔

ایامِ ماضی

کوئی قوم اس رشتہ کو یک بہ یک نہیں توڑ سکتی، جو اسے اس کے ایامِ گزشتہ سے جوڑے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے لیے اس تعلق کا چھوڑ دینا اور بھی محال ہے۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور 21 / مارچ 1931ء صفحہ 114)

شیرازۂ ملت

ہماری جماعت کا شیرازہ اسی وقت تک بندھا رہ سکتا ہے جب تک کہ مذہب اسلام اور تہذیب اسلام کو ہم پر قابو رہے۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور 21 مارچ 1931ء صفحہ 117)

مسلمان شہری

اگر ہم اچھے کاری گر، اچھے اہلِ حرفہ اور سب سے بڑھ کر اچھے شہری پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ انہیں اوّل پکا مسلمان بنائیں۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور 21 / مارچ 1931ء صفحہ 122)

جمود

مسلمانانِ ہند چوں کہ غیر معمولی طور پر قدامت پسند واقع ہوئے ہیں لہٰذا ہندوستانی عدالتیں مجبور ہیں کہ فقہ اسلامی کی مستند کتابوں سے سرمو انحراف نہ کریں۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ

ہے کہ لوگ تو بدل رہے ہیں مگر قانون جہاں تھا وہیں کھڑا ہے۔

(پانچواں خطبہ تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 261)

قدامت

بدقسمتی سے مسلمان عوام کو ابھی یہ گوارا نہیں کہ فقہ اسلامی کی بحث میں کوئی تنقیدی نقطۂ نظر اختیار کیا جائے۔ وہ بات بات پر خفا ہو جاتے اور ذرا سی تحریک پر بھی فرقہ وارانہ نزاعات کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

(پانچواں خطبہ، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 254)

اطاعت

اسلام خدا کی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے، تخت و تاج کی اطاعت کا نہیں۔

وظائف و عقائد

مسلمانوں کے سیاسی تجربے کی تاریخ میں مذہب و سلطنت کی علاحدگی محض وظائف کی علاحدگی ہے نہ کہ عقائد کی۔

(حرفِ اقبالؒ، بہ جواب نہرو)

اسلامی علوم کا چشمہ

فرمایا: ”اسلامی علوم و فنون اور اسلامی حکایات و روایت کا چشمہ بہت کم گدلا ہوا ہے تو ترکان عثمانی کے ہاں، ورنہ جس زمین سے بھی اسلام کا چشمہ گزرا اس کو گدلا کر دیا گیا اور اس کا رخ پھیر دیا گیا۔“ (عابد علی عابد، ملفوظات)

وحدتِ اسلامی کا انحطاط

سیاسی نقطۂ نظر سے وحدت اسلامی صرف اس وقت متزلزل ہوتی ہے، جب مسلمان بنیادی

عقائد یا ارکان شریعت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ اس لیے وحدت کی خاطر اسلام اپنے دائرے میں کسی باغی جماعت کو روا نہیں رکھتا۔ میرے خیال میں اسلام اس وقت ایک عبوری دور سے گزر رہا ہے۔ وہ سیاسی وحدت کی ایک صورت سے کسی دوسری صورت کی طرف (جو ابھی متعین نہیں ہوئی ہے) اقدام کر رہا ہے۔

(بہ جواب نہرو)

سوشلزم اور اسلام

سوشلزم کے معترف ہر جگہ مذہب اور اس کی روحانیت کے مخالف ہیں۔ وہ مذہب کو افیون تصور کرتے ہیں۔ لفظ افیون اس ضمن میں سب سے پہلے کارل مارکس نے استعمال کیا تھا۔ میں مسلمان ہوں اور انشاءاللہ مسلمان مروں گا۔ میرے نزدیک تاریخ انسانی کی مادی تشریح سراسر غلط ہے۔ روحانیت کا میں قائل ہوں، مگر روحانیت کے قرآنی مفہوم کا جس کی تشریح میں نے اپنی تحریروں میں جابجا کی ہے۔ اور جس سے بڑھ کر اس فارسی مثنوی میں جو عنقریب آپ کو ملے گی، جو روحانیت میرے نزدیک مغضوب ہے یعنی افیونی خواص رکھتی ہے، اس کی تردید میں نے جابجا کی ہے۔ باقی رہا سوشلزم، سو اسلام خود ایک قسم کا سوشلزم ہے جس سے مسلمان سوسائٹی نے آج تک بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔

(مکتوب بنام غلام السیدین، 17 / اکتوبر 1936ء)

دل و دماغ

دل اور دماغ (دونوں) کے کام کرنے کے طریقوں میں بہت فرق ہے۔ دماغ اکثر اوقات ہزارہا مضبوط سے مضبوط دلائل کو مسترد کر دیتا ہے۔ اور ان کی کچھ بھی پروا نہیں کرتا، لیکن دل اس کے برخلاف بعض اوقات کم زور سے کم زور چیزوں سے اس قدر متاثر ہو جاتا ہے کہ صرف ایک ہی جھٹکے

میں زندگی کا سارا نقشہ بدل جاتا ہے۔ قبولِ اسلام کا جس قدر تعلق دل سے ہے، دماغ سے نہیں۔

(بہ حوالہ قاضی عبدالمجید قریشی)

ایک ہی کُل

اسلام کے نزدیک ذاتِ انسانی، بجائے خود ایک وحدت ہے۔ خدا، کائنات، کلیسا، ریاست، روح اور مادہ اسلام کی رو سے ایک ہی کل کے مختلف اجزا ہیں۔

(تلخیص خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ، الہ آباد 1930ء)

اسلام کلیسائی نظام نہیں

یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام کوئی کلیسائی نظام نہیں، بلکہ یہ ایک ریاست ہے، جس کا اظہار روسو سے بھی کہیں پیش تر ایک ایسے وجود میں ہوا جو عقد اجتماعی کا پابند ہو۔ ریاست اسلامی کا انحصار ایک اخلاقی نصب العین پر ہے، جس کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان شجر وحجر کی طرح خاص زمین سے وابستہ نہیں، ایک روحانی ہستی ہے، جو بطور انسان ایک اجتماعی ترکیب میں حصہ دار اور اس کے ایک زندہ جزو کی حیثیت سے چند فرائض اور حقوق کی مالک ہے۔

غیر اسلامی دستور

ہر دستور العمل جو غیر اسلامی ہو نامعقول اور مردود ہے۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں)

ہُورس پَروڈنس

جو شخص قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانہ حال کے ہُورس پَروڈنس پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیّت کو ثابت کرے گا، وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔ (سید سلیمان ندوی کے نام)

میری شاعری

فرمایا: ''میری شاعری اسلامی تفکر اور قرآنی فقہ کی تعبیر و تفسیر ہے، اس کا آرٹ کے مغربی تصور سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔

(عابد علی عابد، ملفوظات)

کسوٹی

اسلام اس وقت زمانے کی کسوٹی پر پرکھا جا رہا ہے اور شاید تاریخ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔

(صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے نام خط، 1925ء)

بقائے ذات

بقائے ذات ایک کیفیت نہیں بلکہ مسلسل عمل کا نام ہے۔ میرے خیال میں جسم و جاں (مادہ و روح) کی تفریق انسانیت کے لیے بہت ضرر رساں ثابت ہوئی ہے۔ دنیا کے بیشتر مذاہب اپنے عقائد کی نیو اسی غلط تفریق پر اٹھاتے ہیں۔ وجود انسانی ایک طاقت، ایک قوت بلکہ ان لا انتہا قوتوں کا مجموعہ ہے جو اپنے اندر جذب و انجذاب کی بے پناہ صلاحیتیں رکھتا ہے۔ مجھے یہاں اس قضیے سے کوئی سروکار نہیں، کہ ان قوتوں کا اجتماع محض اتفاقی و حادثاتی ہے۔ میں اسے فطرت کے دوسرے حقائق کی طرح ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر لیتا ہوں اور اس بات کا تجسس کرتا ہوں کہ قوتوں کا یہ ارتباط جو ہمیں اس قدر عزیز ہے، آیا اپنی اصلی حالت برقرار رہ سکتا ہے؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ یہ قوتیں اسی صورت سے ہمیشہ سرگرم عمل رہیں؟ جس صورت میں کہ یہ ایک زندہ و توانا جسم کے اندر رہوتی ہیں؟ میرے نزدیک یہ محال نہیں۔

انسانی شخصیت کو ایک دائرے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے یا یوں سمجھیے کہ یہ قوتیں

باہمی عمل سے ایک ایسے دائرے کی تشکیل کرتی ہیں، جو ان قوتوں کی ترتیب و ترکیب بدلنے پر منتشر ہو جاتا ہے۔ اس دائرے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کے عناصر ترکیبی کو متررہ عمل کے دوران اس قدر توانائی بہم پہنچائی جائے کہ یہ رشتہ کبھی نہ ٹوٹنے پائے۔ اگر آپ شخصیت کا استحکام چاہتے ہیں تو اس قسم کی سرگرمیاں ترک کر دیجیے جو اس کے لیے مہلک ہیں، مثلاً فروتنی، قناعت، غلامانہ اطاعت' شاعری اور اس قسم کے دوسرے انسانی اعمال جنھیں عرف عام میں نیکیوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسری جانب اولوالعزمی، بخشش و سخاوت اور روایات پر بجا طور پر فخر کرنا شخصیت کے قلعہ کو مستحکم کرتا ہے۔

شخصیت چوں کہ انسان کی عزیز ترین متاع ہے، اس لیے میرے نزدیک اسی کو سب نیکیوں کا منبع و مرجع بھی ہونا چاہیے۔ اس کی حیثیت ایک کسوٹی کی ہو، جس پر ہمارے تمام اعمال پرکھے جائیں۔ نیکی وہ ہے جو ہماری خودی کے ترفع میں معاون ہو اور بدی وہ ہے جو اس خودی کو کچل کر بالآخر فنا کر دے۔

اگر ہم ایسا نظام زیست اختیار کر لیں جو شخصیت کی تقویت کا باعث ہو تو درحقیقت ہم موت کی فنا سامانیوں کے خلاف جنگ آزما ہوتے ہیں۔ موت انسانی شخصیت کے قویٰ کو منتشر کر دینے والے دھچکے کا نام ہے۔ حاصل کلام یہ کہ بقائے ذات ہمارے اپنے قبضہ و اختیار میں ہے۔ مگر اس بقا کے لیے سعی و عمل درکار ہے۔

(افکار پریشاں)

کلچر کی علامات زوال

جب کلچر میں علامات زوال نمودار ہونا شروع ہو جاتی ہیں تو اس کی فلسفیانہ بحثیں اس کے تصورات اور اس کے واردات روحانی کی شکلیں جامد اور غیر متحرک ہو جاتی ہیں۔

مجوسی کلچر ایسے ہی دور سے گزر رہا تھا کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ جہاں تک میں کلچر کی تاریخ کا مطالعہ کر سکا ہوں، اسلام نے مجوسی کلچر کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ قرآن میں اس امر کے بیّن ثبوت ملتے ہیں کہ قرآن کا مقصد یہ تھا کہ وہ نہ صرف فکر کی نئی راہیں کھول دے، بلکہ واردات و کیفیاتِ روحانی کی تشکیلِ نو کرے لیکن ہمارے مجوسی ورثے نے اسلام کی زندگی کے سوتے خشک کر دیے اور اس کی روح کے نشو ونما اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے سلسلے کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

(احمدیت سے متعلق اخبار لائٹ کے جواب میں)

حیاتِ ملّی

اقوام و ملل کے عروج و زوال کی داستانوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قوموں کی زندگی کے سوتے خشک ہونا شروع ہوتے ہیں تو ان کا زوال ان کے شاعروں، فلاسفروں، پیشواؤں اور سیاست دانوں کو ایک نئی تحریک کے خیال سے ابھارتا ہے۔ چناں چہ وہ پیغمبر انہ شان سے اٹھتے اور استدلال کے گورکھ دھندے تیار کر کے حیاتِ ملی کے رذائل و ذمائم کے گیت گاتے اور انہیں خوش آئند و درخشاں بناتے ہیں۔ یہ پیغمبر غیر شعوری طور پر قنوطیت کو رجائیت کے نگاہ فریب لباس میں پیش کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اہلِ قوم کے عملی قویٰ کو شل کر دیتے اور ان کی روحانی قوتِ نمو کو یکسر فنا کر دیتے ہیں۔

(بیان متعلقہ احمدیت)

تصوّف

تصوّف دین نہیں، فلسفہ ہے!

تصوف

اس میں ذرا شک نہیں کہ تصوف کا وجود ہی سرزمین اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے جس نے عجمیوں کی دماغی آب وہوا میں پرورش پائی ہے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

(۲)

ہندی اور ایرانی صوفیہ میں سے اکثر نے مسئلہ فنا کی تفسیر فلسفہ ویدانت اور بدھ مت کے زیر اثر کی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس وقت عملی اعتبار سے ناکارہ محض ہیں۔ میرے عقیدہ کی رو سے یہ تفسیر بغداد کی تباہی سے بھی زیادہ خطرناک تھی۔

(ظفر احمد صدیقی کے نام)

تصوف کا مذہبی پہلو

مذہبی پہلو سے دیکھا جائے تو تصوف عبارت ہے اس بغاوت سے جو فقہائے متقدمین کی لفظی حیلہ تراشیوں کے خلاف پیدا ہوئی۔

(پانچواں خطبہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 231)

تصوف کی شاعری

تصوف کی تمام شاعری مسلمانوں کے پولیٹکل انحطاط کے زمانہ کی پیداوار ہے اور ہونا بھی یہی چاہیے تھا۔ جس قوم میں طاقت اور توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی تھی، تو پھر اس قوم کا نقطۂ نگاہ بدل (بھی) جایا کرتا ہے۔ اس کے نزدیک ناتوانی ایک حسین و جمیل شے ہو جاتی ہے اور ترک دنیا موجب تسکین۔ اس ترکِ دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی و کاہلی اور اس شکست کو جو تنازع للبقا میں ہو، چھپایا

کرتی ہیں۔ خود ہندوستانی مسلمانوں کو دیکھیے کہ ان کے ادبیات کا انتہائی کمال لکھنؤ کی مرثیہ گوئی پر ختم ہوا۔

(مولوی سراج الدین پال کے نام)

گدی نشین

گدی نشینوں نے جب سے دین کو حصول دنیا کا ذریعہ بنالیا اس وقت سے اخلاص رخصت ہو چکا ہے۔

(صالح محمد کے نام)

تصوف کا ادبی حصہ

تصوف کے ادبیات کا وہ حصہ جو اخلاق و عمل سے تعلق رکھتا ہے، نہایت قابل قدر ہے کیوں کہ اس کے پڑھنے سے طبیعت پر سوز و گداز کی حالت طاری ہوتی ہے۔ فلسفہ کا حصہ محض بے کار ہے اور بعض صورتوں میں میرے خیال میں تعلیم قرآنی کے مخالف۔

(مکاتیب اقبالؒ، صفحہ 2)

انیسویں صدی سے قبل

انیسویں صدی سے قبل مسلمانوں پر ایک ایسا تصوف مسلط تھا جس نے حقائق سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ جس نے عوام کی قوت عمل کو ضعیف کر دیا اور ان کو ہر قسم کے توہم میں مبتلا کر رکھا تھا۔ تصوف اپنے اس اعلیٰ مرتبہ سے نیچے گر کر (جہاں وہ روحانی تعلیم کی ایک قوت رکھتا تھا) عوام کی جہالت اور ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بن گیا۔ اس نے بتدریج اور غیر محسوس طریقہ پر مسلمانوں کی قوتِ ارادی کو کمزور اور اس قدر نرم کر دیا کہ مسلمان اسلامی قانون کی سختی سے بچنے کی کوشش کرنے لگے۔ انیسویں صدی کے **مُصلحین** نے اس قسم کے تصوف کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور مسلمانوں کو عصر

جدید کی روشنی کی طرف دعوت دی۔ یہ نہیں کہ یہ مصلحین مادہ پرست تھے۔اُن کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اسلام کی رُوح سے آشنا ہو جائیں جو مادہ سے گریز کرنے کی بجائے اس کی تسخیر کی کوشش کرتی ہے۔

اخلاص فی العمل

تصوف سے اگر اخلاص فی العمل مراد ہے تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔ ہاں جب تصوف فلسفہ بننے کی کوشش کرتا ہے اور عجمی اثرات کی وجہ سے نظام عالم سے حقائق اور باری تعالیٰ کی ذات سے متعلق موشگافیاں کر کے کشفی نظریہ پیش کرتا ہے تو میری روح اس سے بغاوت کرتی ہے۔

(محمد اسلم جیراج پوری کے نام)

وحدت الوجود

مسلمانوں اور ہندوؤں کی تاریخ میں ایک عجیب و غریب ذہنی مماثلت ہے اور وہ مسئلہ انا کی تحقیق و تدقیق میں اور یہ کہ جس نقطہ خیال سے سری شنکر نے گیتا کی تفسیر کی، اسی نقطہ خیال سے شیخ محی الدین ابن عربی اندلسی نے قرآن شریف کی تفسیر کی۔ انہوں نے مسئلہ وحدت الوجود کو اسلامی تخیل کا لاینفک عنصر بنا دیا۔ ہندو حکما نے مسئلہ وحدت الوجود کے اسباب میں دماغ کو مخاطب کیا مگر ایرانی شعرا نے دل کو آماجگاہ بنایا۔ ان کی حسین و جمیل نکتہ آفرینیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے عوام تک پہنچ کر قریباً تمام اسلامی اقوام کو ذوق عمل سے محروم کر دیا۔ علما میں غالباً ابن تیمیہ علیہ الرحمتہ اور حکما میں واحد محمود نے اسلامی تخیل کے اس ہمہ گیر میدان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔

(دیباچہ مثنوی اسرارِ خودی اشاعت اوّل 1915ء)

فقر

فرمایا: ”فقر کی پہلی منزل کسبِ حلال ہے۔نورِایمان بھی کسبِ حلال ہی سے پیدا ہوتا ہے“۔
(ذکرِ اقبالؒ، سالک)

انحطاط

فرمایا: ”تصوف ہمیشہ انحطاط کی نشانی ہوتا ہے۔ یونانی تصوف، ایرانی تصوف اور ہندوستانی تصوف، سب انحطاطِ قومی کے نشان ہیں۔خود اسلامی تصوف بھی اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلام کے اوّلین دور کے صوفی زاہد تھے اور زُہد وتقویٰ ان کا مقصود تھا۔بعد کے تصوف میں مابعد الطبیعیات اور اضافی نظریات شامل ہو گئے جس سے تصوف زہد نہ رہا، فلسفہ کی آمیزش ہو گئی۔

’ہمہ اوست‘ مذہبی فلسفہ نہیں، فلسفہ کا مسئلہ ہے۔ وحدت اور کثرت کی بحث سے اسلام کو کوئی سروکار نہیں۔ اسلام کی روح توحید ہے، اس کی ضد کثرت نہیں شرک ہے، وہ فلسفہ اور مذہبی تعلیم جو انسانی شخصیت کے نشوونما کے منافی ہے، بے کار ہے۔ اس تصوف نے سائنٹیفک روح کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔

آنکھ اور کان بند کرنا اور صرف باطن کی آنکھ پر زور دینا جمود وانحطاط ہی ہے۔

خالص اسلامی تصوف یہ ہے کہ احکامِ الٰہی انسان کی اپنی ذات کے احکام بن جائیں۔
(ڈاکٹر سعید اللہ، ملفوظات)

فقر

فرمایا: ”فقر سے مراد افلاس نہیں، استغنا ہے۔ دولت جوہرِ مردانگی کی موت ہے اس سے جرأت اور بہادری جاتی رہتی ہے“۔

(عبد الرشید طارق ایم اے، ملفوظات)

دینِ فطرت

اسلام کو دینِ فطرت کے طور پر (Realize) کرنے کا نام تصوف ہے۔

(انوارِ اقبالؒ مرتبہ بشیر احمد ڈار، صفحہ 47)

اصطلاحات

غوث، قطب، ابدال .....؟

فرمایا: ''جنابِ رسالت مآب ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں یہ اصطلاحات نہ تھیں۔ اسلامی تصوف مجوس، ہنود اور نصاریٰ کے تعلقات سے کافی حد تک متاثر ہوا ہے''۔

(سالک، ذکرِ اقبالؒ)

فصوص الحکم اور حکمۃ الاشراق

فرمایا: ''میں نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی حکمۃ الاشراق کوئی دس دس دفعہ نہایت غور و خوض سے پڑھی ہیں۔ ان بزرگوں کے علم اور ذوق میں کوئی کلام نہیں، لیکن ان کتابوں کے اکثر مندرجات کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔''

(ذکرِ اقبالؒ، صفحہ 46)

تاریخِ تصوف

یہ ضروری ہے کہ تصوفِ اسلامیہ کی تاریخ لکھی جائے، جس سے معاملہ صاف ہو جائے اور غیر اسلامی عناصر کی تقطیع ہو جائے۔ سلاسلِ تصوف کی تاریخی تنقید بھی ضروری ہے۔

(خط بنام شاہ سلیمان پھلواروی)

تقلید

میں مثنوی مولانا روم کی تفسیر میں مولانا اشرف علی تھانوی کا مُقلِد ہوں۔

(بہ ضمن اسرارِ خودی، مقالات، صفحہ 178)

فلسفہ

تصوّف دین نہیں فلسفہ ہے۔

(سالک، ذکر اقبالؒ)

انا الحق

فرمایا: ''انا الحق کے معنی یہ نہیں کہ میں نہ رہوں، اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ انا ہی اصل شے ہے، بندہ اگر خدا میں گم ہوگیا تو گویا اس نے اپنی ہستی مٹادی۔''

(ڈاکٹر سعید اللہ، ملفوظات)

حفاظتِ دین

رُہبانیت دنیا کی ہر مستعد قوم میں اس کے عملی زوال کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا مٹانا ممکن ہے۔ یہ طبائع میں ہمیشہ موجود رہتی ہیں جو کچھ ہم کر سکتے ہیں، وہ صرف اس قدر ہے کہ اپنے دین کی حفاظت کریں اور اس کی رُہبانیت کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ ہم وحدت الوجودیوں کو مسلمان بنانا نہیں چاہتے، بلکہ مسلمانوں کو ان کے تخیلات کے دام سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم حق پر ہیں تو خدا ہماری حمایت کرے گا، ناحق پر ہیں تو ہم فنا ہو جائیں گے۔

ابن تیمیہؒ، ابنِ جوزیؒ، **زمخشری**ؒ اور ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت عالمگیر غازیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے یہی کام کیا ہے۔ ہمارا

مقصد اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا ہے اور کچھ نہیں۔

(بہ ضمن اسرارِ خودی، مقالات، صفحہ 178)

اولیائے اسلام کی اولاد

اولیائے اسلام کی اولاد نے اپنے اسلاف کے تمام اوصاف کھو دیے ہیں اور اُن کی بزرگی کو اپنی ریاست کا ایک ذریعہ بنالیا ہے۔

(سید غلام میراں شاہ کے نام)

علما اور دین

دین کی اصل حقیقت آئمہ اور علما کی کتابیں پڑھنے ہی سے کھلتی ہے۔

(مکاتیب اقبالؒ، صفحہ 2)

ظاہر و باطن

حضرات صوفیہ خود کہتے ہیں کہ شریعت ظاہر ہے اور تصوف باطن، لیکن اس پر آشوب زمانے میں وہ ظاہر جس کا باطن تصوف ہے، معرضِ خطر میں ہے۔ اگر ظاہر قائم نہ رہا تو اس کا باطن کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔

(مکاتیب اقبالؒ، صفحہ 2)

صوفی عقائد

مجھے اس امر کا اعتراف کرنے میں کوئی شرم نہیں کہ میں ایک عرصہ تک ایسے عقائد و مسائل کا قائل رہا جو بعض صوفیہ کے ساتھ خاص ہیں لیکن قرآن شریف پر تدبر کرنے کے بعد قطعاً غیر اسلامی ثابت ہوئے۔

(اسرارِ خودی اور تصوف۔ وکیل امرتسر، 15/ جنوری 1915ء)

اسلامی موسیقی

فرمایا: ''اسلامی موسیقی کا کوئی وجود نہیں۔ تمام اسلامی ملکوں میں اپنا اپنا فنِ موسیقی رائج ہے۔ مسلمان جہاں کہیں پہنچے وہیں کی موسیقی قبول کر لی۔ کوئی اسلامی موسیقی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ فنونِ لطیفہ میں ایک فنِ تعمیر کے سوا اور کسی فن میں بھی اسلامی روح نہیں آئی ہے۔''

(پروفیسر حمید احمد خاں، ملفوظات)

مجذوب

قرونِ اُولٰی کے مسلمانوں میں کوئی مجذوب نظر نہیں آتا، بلکہ دیگر اصطلاحاتِ صوفیہ کی طرح مجذُوب کی اصطلاح بھی ابتدائی اسلامی لٹریچر میں نہیں ہے۔

(اسرارِ خودی اور تصوّف، وکیل امرتسر 15 / جنوری 1915ء)

چشتیت اور نقشبندیت

نقشبندی مسلک اپنے اندر حرکت اور رجائیت (Dynamic & Optimistic) رکھتا ہے لیکن چشتی مسلک میں قنوطیت اور سکون (Passimistic & Static) کا عنصر ہے۔ ہندوستان میں چشتیت کا حلقہ ارادت زیادہ ہے، لیکن ہندوستان سے باہر افغانستان، بخارا اور ترکی وغیرہ میں نقشبندی مسلک کا زور ہے۔ نقشبندی سلسلے کے شعراء مثلاً ناصر علی سرہندی کی شاعری تقلیدی نہیں، اس لیے متحرک قوموں میں زیادہ ہر دل عزیز ہے۔ ہمارے ہاں ناصر علی کی کچھ زیادہ قدر نہیں، لیکن افغانستان اور بخارا کے اطراف میں لوگ اس کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں۔ بیدلؔ کو بھی افغانستان کے لوگ بہت مانتے ہیں اور اس کی وجہ اس کے کلام کا حرکتی عنصر ہے۔

(پروفیسر حمید احمد خاں، ملفوظات)

وجدو حال

وجدو حال کے ضمن میں فرمایا:

''اپنے جوش وجذبات کو لوگ اس طرح فرو کر لیتے ہیں تو ان میں کچھ باقی نہیں رہتا ورنہ وہ جذبہ دوبارہ طاری ہوتا ہے''۔

مسلمان عرب سے نکلے اور انھیں باہر کی قوموں سے سابقہ پڑا تو صوفیہ نے ان قوموں کی طبعی نسائیت کا لحاظ کرتے ہوئے قوالی اور موسیقی کو اپنے نظام (یا وظائف) میں شامل کر لیا۔''

نسائیت

فرمایا: ''نسائیت سے مراد فالتو جذبات ہیں۔ ایران اور ہندوستان میں فالتو جذبات کی کثرت ہے اور حال انھی فالتو جذبات کے اخراج کا ایک ذریعہ ہے۔''

(پروفیسر حمید احمد خاں، ملفوظات)

تصوف کی تحریک

تصوف کی تحریک غیر اسلامی عناصر سے خالی نہیں اور میں اگر مخالف ہوں تو صرف ایک گروہ کا جس نے محمد عربی ﷺ کے نام پر بیعت لے کر دانستہ یا نادانستہ ایسے مسائل کی تعلیم دی جو مذہب اسلام سے تعلق نہیں رکھتے ہیں۔

(اسرارِ خودی اور تصوف، وکیل امرتسر، 15 / جنوری 1915ء)

پنجابی نظم

فرمایا: ''پنجابی نظم میں تصوف کے بڑے بڑے ذخیرے پنہاں ہیں۔ خصوصاً فریدؔ کے دوہے۔ فارسی کے بعد شاید یہ دوسری زبان ہے، جو تصوف سے مملو ہے۔''

(عبدالرشید طارق، ملفوظات)

عجمی تصوف

عجمی تصوف سے لٹریچر میں دل فریبی، حُسن اور چمک پیدا ہوتی ہے، مگر یہ انسان کے طبائع کو پست کرنے والا ہے۔ (لسان العصر اکبر کے نام)

(۲)

مسلمانانِ ہند کے دل و دماغ پر عجمی تصوف غالب ہے۔ وہ عربیت کے تخیلات سمجھنے سے قاصر ہیں۔ میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔ مجھے یقین ہے اگر نبی کریم ﷺ بھی دوبارہ پیدا ہو کر اس ملک میں اسلام کی تعلیم دیں تو غالباً اس ملک کے لوگ اپنی موجودہ کیفیات اور اثرات کے ہوتے ہوئے حقائق اسلامیہ کو نہ سمجھ سکیں۔

(مکاتیب اقبالؒ، صفحہ 53)

(۳)

میرا مقصد حفاظتِ اسلام ہے۔ عجمی تصوف جزوِ اسلام نہیں۔ اس کے مرّوِّجین بیشتر عجمی تھے۔ یہ ایک قسم کی رُہبانیت ہے۔ اس کے اثر سے اسلامی اقوام میں قوتِ عمل مفقود ہوگئی ہے۔

(اسرارِ خودی، مقالات، صفحہ 177)

تصوف کا لفظ

تصوف کا لفظ ہی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں موجود نہ تھا۔ 150ھ میں یہ لفظ پہلے پہل استعمال ہوا اور رفتہ رفتہ تصوف کے عجمی حامیوں نے ایک ایسا اخلاقی اور معاشرتی نصب العین پیدا کر دیا جو آخر کار مسلمانوں کی بربادی کا باعث ہوا۔

(اسرارِ خودی، مقالات، صفحہ 178)

تاریخ وسیاست

صنم کدہ ہے جہاں لآ اِلٰہ اِلا اللہ

عربی زبان

عربی ہی وہ غیر یورپی زبان ہے جو موجودہ زمانے میں خیالات کی ترقی کے ساتھ بڑھتی رہتی ہے۔

(بیان یکم جنوری 1932ء حرفِ اقبالؒ)

خطابت

آتش بازی کی طرح ایک لحہ بہار دکھا کر ختم ہو جانے والے جملے۔

(بیان 24 / اگست 1932ء حرفِ اقبالؒ)

جمہوریت کی غذا

جمہوریت اختیار کا آسرا نہیں لیتی، بلکہ تقریروں، اخباروں اور پارلیمنٹ میں بحث وتمحیص سے قوت حاصل کرتی ہے۔

(سر فرانس ینگ ہسبنڈ کے نام خط، 30 / جولائی 1935ء حرفِ اقبالؒ)

سیاسی غلامی

سیاسی غلامی وحشی باشندوں کے لیے اچھی ہوتو ہو، لیکن مہذب انسانوں کے لیے نہیں۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور اجلاس 21 / مارچ 1931ء صفحہ 82,81)

نشانِ ہلال

فرمایا: ''نشانِ ہلال کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ نشان نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں نہ تھا۔ مغربی مورخوں نے لکھا ہے: فتح قسطنطنیہ سے شروع ہوا۔ بعض سلطان سلیم کے عہد میں بتاتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں۔ غالباً صلیبی لڑائیوں کے زمانے میں اس کی ابتدا ہوئی۔ کچھ عجب نہیں صلاح الدین ایوبی کے زمانے سے اس کا آغاز ہوا ہو''۔

سنی دنیا اس نشان کو اپنا قومی نشان تصور کرتی ہے۔

ایران کا نشان اور ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صلیبی سپاہی اپنے سینوں، لباسوں اور علموں پر صلیب کا نشان رکھتے تھے، امتیاز کے واسطے مسلمانوں نے یہ نشان شروع کر لیا اس واسطے کہ اس میں ہر روز بڑھنے کا اشارہ تھا۔

ہلال بھی نمو کا اشارہ کرتا ہے، چوں کہ تمام اُمت کا اس پر صدیوں سے اجماع ہو چکا ہے پھر جن اسلامی قوموں کا نشان اور ہے وہ بھی اس نشان پر معترض نہیں ہوتیں۔ حدیث صحیح ہے کہ میری امت کا اجماع ضلالت پر نہ ہوگا، لہٰذا اس کو ضلالت تصور کرنا ٹھیک نہیں''۔

(سالک، ذکرِ اقبالؒ)

حماقت

ایسی جنگ لڑنا حماقت ہے، جس میں اس امر کا زیادہ امکان ہو کہ ثمراتِ فتح ایسے اشخاص کو حاصل ہوں گے جو ہماری جارحیانہ خواہشات کے یا تو مخالف ہیں یا ان سے کچھ ہمدردی نہیں رکھتے۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور اجلاس 21/مارچ 1931ء صفحہ 76)

تاریخِ اسلام کا اہم واقعہ

مسلمانوں کی تہذیب وشائستگی کا معیار بھی عالم گیر ہے۔ ان کا وجود اور نشوونما کسی ایک قومِ خاص کی دماغی قابلیتوں کا مرہونِ منت نہیں، البتہ ایران اس تہذیب وشائستگی کی نشوونما کا جزوِ اعظم قرار پا سکتا ہے۔ مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ تاریخ اسلام کا سب سے زیادہ اہم واقعہ کون سا ہے تو میں بلا تامل اس کا جواب یہ دوں گا کہ فتح ایران۔ معرکہ نہاوند نے عربوں کو نہ صرف ایک دل فریب سرزمین کا مالک بنا دیا، بلکہ ایک قدیم قوم پر مسلّط کر دیا جو سامی اور آریہ مسالے سے ایک نئے تمدن کا محل تعمیر کرنے کی قابلیت رکھتی تھی۔ ہمارا اسلامی

تمدن سامی تفکر اور آریہ تخیل کے اختلاط کا ماحصل ہے۔ جب ہم اس کے خصائل وشمائل پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نزاکت اور دل ربائی اسے اپنی آریہ ماں کے بطن سے اور وقار ومتانت اسے اپنے سامی باپ کے صلب سے ترکہ میں ملی ہے۔ فتح ایران کی بدولت مسلمانوں کو وہی گراں مایہ متاع ہاتھ آئی جو تسخیرِ یُونان کے باعث اہل روما کے حصہ میں آئی تھی۔ اگر ایران نہ ہوتا تو ہمارے تمدّن کی تصویر بالکل یک رخی ہوتی۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور اجلاس 21 /مارچ 1931ء صفحہ 5-104)

اسلام

سیاسیات کی جڑیں انسان کی روحانی زندگی کے اندر جاگزیں ہوتی ہیں۔ یہ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام نجی رائے کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک سوسائٹی اور جماعت ہے۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، منعقدہ لاہور، اجلاس 21 /مارچ 1931ء صفحہ 67)

اسلامی سیاست کی اساس

اسلام کے پیشِ نظر ایک ایسا عالم گیر نظام سیاست ہے، جس کی اساس وحی اور تنزیل پر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ چوں کہ ہمارے فقہا کو عرصۂ دراز سے عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رہا اور وہ عہدِ جدید کے داعیات سے بالکل بے گانہ ہیں لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم اس میں از سرِنو قوّت پیدا کرنے کے لیے اس کی ترکیب وتعمیر کی طرف متوجہ ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ بالآخر تصور قومیّت کا انجام ملّتِ اسلامیہ میں کیا ہوگا؟ آیا اسلام اس تصور کو اپنے اندر جذب کر کے اس کو اسی طرح بدل دے گا، جس طرح اس سے پیشتر اس نے اس سے بالکل مختلف تصورات کی ترکیب ونوعیت کو یکسر بدل دیا تھا"۔

(عبد الرشید طارق، ملفوظات)

عقیدہ اور خطہ اراضی

حبُ الوطنی صحیح طور پر ایک قدرتی نیکی ہے اور انسان کی اخلاقی زندگی میں خاص درجہ رکھتی ہے ۔تاہم جو چیز دراصل اہمیت رکھتی ہے وہ انسان کا عقیدہ ہے، اس کی تہذیب ہے، اس کی تاریخی روایت ہے ۔یہی وہ چیزیں ہیں، جن کے لیے انسان کو زندہ رہنا چاہیے اور جن کے لیے انسان کو اپنی جان تک قربان کر دینا چاہیے، نہ کہ وہ خطہ اراضی جس سے انسانوں کی روح عارضی طور پر تعلق رکھتی ہے ۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس ،منعقدہ لاہور اجلاس 21 / مارچ 1931ء صفحہ 68'67)

اسلام

ایک سبق جو میں نے تاریخ اسلام سے سیکھا ہے یہ ہے کہ صرف اسلام تھا جس نے آڑے وقتوں میں مسلمانوں کی زندگی کو قائم رکھا نہ کہ مسلمان ۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور صفحہ 63)

سیاسی غلامی کے نتائج

ہندوستان کی سیاسی غلامی تمام ایشیا کے لیے لامتناہی مصائب کا سرچشمہ ہے۔ اس نے مشرق کی رُوح کو کچل ڈالا اور اسے اظہار ذات کی اس مسرت سے محروم کر دیا ہے۔جس کی بدولت کبھی اس میں ایک بلند اور شاندار تمدن پیدا ہوا تھا۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور صفحہ 62)

مغربی افکار اور نوجوان

مغرب کے سیاسی افکار نے نہایت تیزی کے ساتھ نہ صرف ہندوستان بلکہ ہندوستان سے باہر تمام دنیائے اسلام میں انقلاب پیدا کر رکھا ہے ۔نوجوان مسلمانوں کی خواہش ہے کہ وہ

اُن افکار کو عملاً اپنی زندگی کا جزو بنالیں۔ انہوں نے اس امر پر مطلق غور نہیں کیا کہ وہ کون سے اسباب تھے، جن کے ماتحت ان افکار نے مغرب میں نشو ونما پائی۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ، الہ آباد، دسمبر 1930ء، صفحہ 27)

مہدیت وغیرہ

میرے نزدیک مہدیت، مسیحیت اور مجددیت کے متعلق جو احادیث ہیں وہ ایرانی اور عجمی تخیلات کا نتیجہ ہیں۔ عربی تخیلات اور قرآن کی صحیح سپرٹ سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔

(چودھری محمد احسن کے نام)

امرا

افسوس مسلمان امرا پر حبِ مال غالب ہے۔

(راغب احسن کے نام)

فلسفیانہ مسائل

جب اسلام کی سیاسی بے چینی دور ہوگی تو فلسفیانہ مسائل بھی زیر بحث آئیں گے۔

(پروفیسر محمد شریف کے نام)

لیگ کا مستقبل

لیگ کا مستقبل اس امر پر موقوف ہے کہ وہ مسلمانوں کو افلاس سے نجات دلانے کے لیے کیا کوشش کرتی ہے۔

(قائد اعظمؒ کے نام)

ذہنیت کی پڑتال

مذہب کا اعلیٰ تخیل مولویوں اور شریعت پرستوں کی دقیانوسی خیال آرائیوں سے رہائی کا طالب ہے۔ روحانی طور پر ہم اُن خیالات وجذبات کے قید خانے میں زندگی بسر کر رہے

ہیں، جنھیں ہم نے صدیوں کے دوران اپنے گرداگرد اپنے ہی ہاتھوں سے بنالیا ہے۔ یہ بات ہم بوڑھی نسل والوں کے لیے باعثِ شرم ہے کہ ہم نوجوان نسل کو اقتصادی، سیاسی نیز مذہبی خطرناک مواقع کے لیے جو موجودہ دور اپنے ہمراہ لا رہا ہے، مسلح کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ساری قوم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی موجودہ ذہنیت کی مکمل طور پر جانچ پڑتال کرے تا کہ وہ نئے منصوبوں اور تخیلات کی لگن کو محسوس کرنے کے قابل بن سکے۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس' منعقدہ لاہور' 21 / مارچ 1931ء، صفحہ 58)

سرمایہ داری

ایشیا جدید مغربی سرمایہ داری کو مع اس کی غیر تربیت یافتہ انفرادیت کے سمجھنے سے قاصر ہے۔

(خطبۂ صدارت، آل انڈیا مسلم کانفرنس' منعقدہ لاہور' 21 / مارچ 1931ء' صفحہ 84)

بڑے لوگ

عرض کیا یہ بڑے بڑے لوگ فلاں سر اور فلاں خان بہادر ہم میں نہ ہوں تو ہمارے مصائب نسبتاً کم ہو سکتے ہیں۔ فرمایا: ''زندگی اس طرح بسر کرو گویا یہ لوگ پیدا ہی نہیں ہوئے۔''

(سید الطاف حسین ایم اے، ملفوظات)

چار ستون

ہندوستان میں اسلام کے احوال و افکار کی تاریخ ان چار شخصیتوں کے احوال و افکار اور سوانح و آثار سے ترتیب دی جا سکتی ہے۔

۱۔ بادشاہوں میں .... سلطان ٹیپو

۲۔ صوفیہ میں .... مجدد الف ثانیؒ

۳۔ علما میں .... شاہ ولی اللہؒ

۴۔ شاعروں میں .... میرزا عبدالقادر بیدلؔ

(بہ روایت راجا حسن اختر)

مُستشرِق

فرمایا: ''ہر مُستشرِق کا علم وفضل وہی راستہ اختیار کرلیتا ہے، جو مغرب کی ہوس استعمار اور شہنشاہیت کے مطابق ہو۔ ان حضرات کو بھی شہنشاہیت پسندوں اور سیاست کاروں کا دست وبازو تصور کرنا چاہیے''۔

(بہ روایت سے سید نذیر نیازی، مکتوباتِ اقبالؒ، صفحہ 92)

پان اسلام ازم

پان اسلام ازم ایک باطل اصطلاح ہے، جسے یورپ کے سیاست دانوں نے عالم اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں کے لیے وضع کیا ہے۔

(بہ روایت سید نذیر نیازی، مکتوباتِ اقبالؒ، صفحہ 97)

تذکروں کا سلسلہ

میری مُدّت سے خواہش ہے، کسی باہمّت ادیب یا مورّخ سے کہوں کہ وہ مختلف تذکروں کا سلسلہ شروع کرے۔ تذکروں کا یہ سلسلہ مسلمانوں کے لیے بے حد مفید رہے گا اور پھر مواد بھی کافی ہے مثلاً تذکرہ صوفیائے اسلام تذکرہ غازیانِ اسلام، تذکرہ فلسفیانِ اسلام، تذکرہ شعرائے اسلام اور تذکرہ مجاہدین اسلام وغیرہ۔

(بہ روایت احمد ندیم قاسمی، ''شیرازہ'')

مذہب و وطن

بعض بزرگوں کی آنکھیں تو مغربی تصورات کی روشنی سے ایسی چندھیا گئی ہیں کہ وہ ابھی تک اسلام میں (جو قومیت کو ایک خاص ذہنی قومیت کا محل ایک خارجی مواد یعنی وطن کی بنیاد پر تعمیر کیا ہے) کوئی فرق نہیں سمجھ سکے۔

(خطبہ صدارت، آل انڈیا مسلم کانفرنس، منعقدہ لاہور، 21 / مارچ 1931ء صفحہ 118)

راہنما

بعض سیاسی لیڈروں کا ذکر کیا تو فرمایا: ''یہ لوگ خود غرض ہیں، ایثار نہیں کر سکتے۔ لیڈر امیروں کی جماعت میں موجود ہی نہیں۔ مسلمانوں کے لیڈر عوام میں سے پیدا ہوں گے۔ ایسا ہو کر رہے گا اور وہی رہنمائی کریں گے۔ (میاں بشیر احمد، ملفوظات)

شہری اور دیہاتی

شہری اور دیہاتی تمیز نے پنجاب کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ صحیح راہنما پیدا کر سکے۔ میرے خیال میں یہ حربہ اسی غرض سے استعمال کیا گیا کہ کوئی صحیح راہنما پیدا نہ ہو۔

رذیل قوم

جو قوم دوسری قوموں کے متعلق اپنے دل میں بدخواہی کے جذبات کی پرورش کرتی ہے، وہ نہایت پست فطرت اور رذیل قوم ہے۔

عالمِ اسلامی

عالم اسلامی کا ظہور ہو گا تو آزاد اور خود مختار وحدتوں کی ایک ایسی کثرت میں جن کی نسلی رقابتوں کو ایک مشترک روحانی نصب العین نے توافق و تطابق سے بدل دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ شاید ہم مسلمانوں کو تبدریج سمجھا رہی ہے کہ اسلام نہ تو وطنیت ہے، نہ

شہنشاہیت بلکہ ایک انجمن اقوام ہے، جس نے ہمارے خود پیدا کردہ حدود اور نسلی امتیاز کو تسلیم کیا ہے تو محض سہولتِ تعارف کے لیے اس لیے نہیں کہ اس کے ارکان اپنا اجتماعی مطمع نظر محدود کرلیں۔

(پانچواں خطبہ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 246)

تہذیب جدید

تہذیب جدید کی اساس وطنی انانیت پر ہے۔

(پانچواں خطبہ تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ' صفحہ 241)

مذہب و سلطنت

مسلمانوں کے سیاسی تجربے کی تاریخ میں مذہب و سیاست کی علاحدگی محض وظائف کی علاحدگی ہے نہ کہ عقائد کی۔

علیٰ وجہ البصیرت

یہ بات میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں اور سیاسیات حاضرہ کے تھوڑے سے تجربے کے بعد، ہندوستان کی سیاست کی روش، جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، خود مذہب اسلام کے لیے ایک خطرہ عظیم ہے۔ میرے خیال میں شُدھی کا خطرہ اُس خطرے کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ (غلام بھیک نیرنگ کے نام)

استفسار

کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ ایک اخلاقی اور سیاسی نصب العین کی حیثیت سے اسلام کا وہی حشر ہو جو مغرب میں مسیحیت کا ہوا ہے؟

(خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ، الہ آباد، 1930ء صفحہ 31,30)

وطنیت واشتراکیت

وطنیت اور لادین اشتراکیت دونوں مجبور ہیں کہ بہ حالت موجودہ انسانی روابط کی دنیا میں تطابق وتوافق کی جو صورت ہے، اس کے پیش نظر ہر کسی کو نفرت بدگمانی اور غصہ پر اُکسائیں۔ حالاں کہ اس طرح انسان کا باطن اور ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اپنی روحانی طاقت اور قوّت کے مخفی سرچشمے تک پہنچ سکے۔

(ساتواں خطبہ، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 292)

دماغی اعانت

اس وقت مذہبی اعتبار سے دنیائے اسلام کو رہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے بعض علما اس کو بہ احسن وجوہ سر انجام دے سکتے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے تو ہم باقی اقوام اسلامیہ کو کوئی ایسی مدد نہیں دے سکتے ہاں دماغی اعتبار سے ان کے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ (سید سلیمان ندوی کے نام)

بے خبر گروہ

اسلامی ملکوں میں عوام اور تعلیم یافتہ لوگ (دونوں طبقے) علوم اسلامیہ سے بے خبر ہیں۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

ایرانی اثرات

ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں۔ ان کو عربی اسلام سے اور اس کے نصب العین اور غرض وغایت سے آشنائی نہیں۔ ان کے لٹریری آئیڈیل ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ہے۔

(منشی سراج الدین کے نام)

یورپ کی ذہنی تاریخ

میرے نزدیک یورپ کی ذہنی تاریخ اسلام کی صداقت کا ایک قطعی ثبوت ہے۔

(اسرارِ خودی، ماخوذ از مقالات)

علی گڑھ اور ندوہ

کیا عجب ہے کہ اسلامی ہند کی آئندہ نسلوں کی نگاہوں میں ندوہ، علی گڑھ سے زیادہ کار آمد ثابت ہو۔ ہندوستان کے مسلمان جو سیاسی اعتبار سے دیگر ممالک اسلامیہ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے، دماغی اعتبار سے اُن کی بہت کچھ مدد کر سکتے ہیں۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

اشتراکی جمہوریت

اسلام کے لیے اشتراکی جمہوریت کو کسی موزوں شکل میں قبول کرنا حقیقت میں اسلام سے انحراف نہیں بلکہ اسلام کی اصل پاکیزگی کی طرف لوٹنے کے مترادف ہوگا۔

(قائد اعظمؒ کے نام خط، 21 / جون 1937ء)

بالشویزم

اگر بالشویزم میں خدا کی ہستی کا اقرار شامل کر دیا جائے تو بالشویزم اسلام کے بہت قریب آجاتا ہے۔ (بہ حوالہ سر فرانسس ینگ ہسبنڈ)

اعلیٰ آفیسر

برطانوی ہند کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہندوستانی، متلاشیانِ روزگار سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان میں کبھی کبھار چالاک ہوشیار لوگ بھی نظر آجاتے ہیں لیکن یہ طبقہ یکسر محرومِ بصیرت ہے۔

(مس فارقوہرسن کے نام 22 / مئی 1923ء)

خرابیِ حالات

علما میں مداہنت آ گئی ہے یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔صوفیۂ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں۔ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض رہنما نہیں ہے۔ (چودھری نیاز علی کے نام)

سلطان ٹیپو

ٹیپو ہندوستان کا آخری مسلمان سپاہی تھا جس کو ہندوستان کے مسلمانوں نے جلد فراموش کر دینے میں بڑی نا انصافی سے کام لیا ہے۔

(مولانا عبد الماجد دریابادی کے نام)

وطنیت و اسلامیت

مغربی کالجوں کے پڑھے ہوئے مسلمان نوجوان روحانی اعتبار سے کتنے فرومایہ ہیں! ان کو معلوم نہیں اسلامیت کیا اور وطنیت کیا چیز ہے! وطنیت ان کے نزدیک لفظِ وطن کا محض ایک مشتق ہے اور بس۔ (مولانا عبد الماجد دریابادی کے نام)

ترکی اثرات

ترکوں کے اثرات اسلامی تاریخ میں اس وقت ظاہر ہوئے جب مذاہب فقہ کو قائم ہوئے صدیاں گزر چکی تھیں۔

(پانچواں خطبہ، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ 230)

تاریخ کیا ہے؟

قرآن پاک نے تاریخ کو ایام اللہ سے تعبیر کیا ہے۔

(پانچواں خطبہ، تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 217)

تازہ خُون

فرمایا: ''ایران اور اطالیہ دونوں کو تازہ خُون کی ضرورت ہے''۔

(اقبالؒ کے چند جواہر ریزے، صفحہ 50)

دین وسیاست

وہ شخص جو دین کو سیاسی پروپیگنڈے کا پردہ بناتا ہے، میرے نزدیک لعنتی ہے۔

(انوارِ اقبالؒ، مرتبہ بشیر احمد ڈار، صفحہ 168)

نسل وقومیت

اس زمانے میں مسلمانوں اور اسلام کا سب سے بڑا دشمن نسلی امتیاز اور ملکی قومیت کا خیال ہے۔

(انوارِ اقبالؒ، صفحہ 176)

قحط الرِجال

افسوس! کوئی آدمی ہم میں ایسا نہیں جس کی زندگی قلوب پر موثر ہو۔ علما میں مداہنت آ گئی ہے۔

(عبدالماجد دریابادی کے نام)

مسلمانوں کی مصیبت

مسلمانوں کی مصیبت زیادہ تر اقتصادی اور سیاسی ہے، مذہبی نہیں۔

(انوارِ اقبالؒ، صفحہ 281)

صُوفیہ اور عُلماء

مجدّد الف ثانیؒ اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے اسلامی سیرت کے احیا کی کوشش کی مگر صوفیہ کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوّت نے اس گروہِ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

کئی صدیوں سے علما اور صوفیہ میں طاقت کے لیے جنگ ہو رہی تھی جس میں آخر کار صوفیہ غالب آئے۔ اب برائے نام علما جو باقی ہیں، جب تک کسی خانوادے سے بیعت نہ

ہوں، ہر دل عزیز نہیں ہو سکتے۔ (لسان العصر اکبر کے نام)

یورپی یونیورسٹیاں

جہاں تک اسلامی ریسرچ کا تعلق ہے فرانس، جرمنی، انگلستان اور اٹلی کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے مقاصد خاص ہیں، جن کو عالمانہ تحقیق اور احقاقِ حق کے ظاہری علم میں چھپایا جاتا ہے۔

(حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری کے نام 1937ء)

عقائد

زمانہ حال میں لوگوں کو عقائد کی فلسفیانہ بحث کی بہ نسبت، دستورِ حیات سے زیادہ دل چسپی ہے۔

(انوارِ اقبالؒ، خط بنام اکبر الہ آبادی)

انقلاب

دنیا کے دل میں انقلاب ہے۔ اس واسطے قلوبِ انسانی اس سے متاثر ہو رہے ہیں۔

(اکبر منیر کے نام 1924ء)

پنجاب

مسلمانوں کو اپنے تحفظ کے لیے جو لڑائیاں لڑنی پڑیں گی، اُن کا میدان پنجاب ہوگا۔ پنجابیوں کو اس میں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں گی کیوں کہ اسلامی زمانے میں یہاں کے مسلمانوں کی مناسب تربیت نہیں کی گئی مگر اس کا کیا علاج کہ آئندہ رزم گاہ یہی سرزمین معلوم ہوتی ہے۔

(مولوی عبدالحق کے نام)

تشکیلِ قوم

ہندو ہر بات میں ہم سے آگے ہیں، لیکن انھیں وہ یک رنگی حاصل نہیں جو ایک قوم بننے کے لیے ناگزیر ہے اور اسلام نے جمہور المسلمین کو عطا کی ہے۔

(تلخیص خطبہ الہ آباد 29/دسمبر 1930ء)

دوعوارض

ہندوستان کے مسلمان اس وقت دوعوارض کا شکار ہو رہے ہیں۔

اولاً: یہ کہ اُن میں اہم شخصیتوں کا وجود نہیں، یعنی ایسا کوئی راہنما نہیں جس کو اجابتِ ایزدی اور اپنے وسیع تجربے کی بدولت یہ ادراک ہو کہ اسلامی تعلیمات کی رُوح سے اس کی تقدیر کیا ہے؟

ثانیاً: دوسرا مرض جو مسلمانوں کے اندر گھر کر چکا ہے، یہ ہے کہ اُن میں اطاعت کا مادہ باقی نہیں رہا۔ (تلخیص خطبۂ الہ آباد، 29 / دسمبر 1930ء)

ممالکِ اسلامیہ

میرے دل میں ممالکِ اسلامیہ کے موجودہ حالات کو دیکھ کر بے انتہا اضطراب پیدا ہو رہا ہے، مبادا مسلمانوں کی موجودہ نسل گھبرا کر کوئی دوسری راہ اختیار کر لے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

اسلام کا دشمن

اس وقت اسلام کا دشمن سائنس نہیں، اس کا دشمن جغرافیائی جذبۂ قومیت ہے۔

(اکبر الہ آبادی کے نام)

نسلِ فردا

آئندہ نسلوں کی فکر کرنا ہمارا فرض ہے۔ (منشی صالح محمد کے نام)

اہل اللہ کی اولاد

افسوس شمال مغربی ہندوستان میں جن لوگوں نے علَمِ اسلام بلند کیا، اُن کی اولادیں دنیوی جاہ و منصب کے پیچھے پڑ کر تباہ ہو گئیں اور آج اُن سے زیادہ جاہل کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا، الا ماشاءاللہ۔ (میراں شاہ کے نام)

مغرب زدہ طبقہ

مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام)

غیر دینی تعلیم

تعلیم کا تمام تر غیر دینی ہو جانا مسلمانوں کے لیے مصیبت کا باعث بنا ہوا ہے۔

(نیاز احمد کے نام)

تُرک اور اسلام

تُرک اسلام کو چھوڑ کر کبھی من حیث القوم سر سبز نہیں ہو سکتے۔ (مسعود عالم ندوی کے نام)

تاریخی حقیقت

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ان کے سیاسی زوال کے اوقات میں ہوا۔ حکومت کے عروج کے زمانے میں اسلام نہیں پھیلا۔

(روزگارِ فقیر، جلد دوم، صفحہ 252)

آزادی کا مقصد

اگر ہندوستان میں مسلمانوں کا مقصدِ سیاسیات سے محض آزادی اور اقتصادی بہبود ہے اور حفاظتِ اسلام اس کا عنصر نہیں تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔

(سید غلام بھیک نیرنگ کے نام)

حُبُ الوطنی

حُبُ الوطنی بالکل طبعی صفت ہے، جس کو انسان کی اخلاقی زندگی سے محذوف نہیں کیا جا سکتا، لیکن اصل اہمیت ایمان، تہذیب اور روایت کو حاصل ہے۔ یہی اقدار اس قابل ہیں کہ انسان ان کے لیے زندہ رہے اور ان ہی کے لیے مرے، نہ کہ زمین کے اُس ٹکڑے کے لیے جس سے

اُس کی روح کو کچھ عارضی ربط پیدا ہو گیا ہے۔

(تلخیص خطبۂ آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور، 21 / مارچ 1932ء)

وطنی قومیت

وطنی قومیت کی اساس نے یورپ کو لادینی، دہریت اور اقتصادی جنگوں کی طرف دھکیل دیا ہے جو اس کا بدیہی اور منطقی نتیجہ ہیں۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں)

پان اسلام ازم

سر فضل حسین یہ کہنے میں حق بہ جانب ہیں کہ اسلامی ممالک میں سیاسی اتحاد آج تک پیدا نہیں ہوا اور نہ اس قسم کے اتحاد کا وجود اس اصطلاح کے واضعین کے تصور سے آگے بڑھا ہے۔

غالباً ترکی کے سلطان عبدالحمید خان نے سیاسی شطرنج میں اسے مہرہ کے طور پر استعمال کیا تھا۔ کسی اسلامی زبان مثلاً عربی، فارسی اور ترکی میں پان اسلام ازم کے مترادف کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔

اسلام قومی، نسلی اور جغرافیائی حدود کو سرے سے تسلیم نہیں کرتا ہے۔

(بیان 19 / دسمبر 1933ء، حرف اقبالؒ)

الخلق عیال اللہ

جب تک اس نام نہاد جمہوریت، اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کو مٹایا نہ جائے گا، جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے الخلق عیال اللہ کے اصول کا قائل نہ ہو جائے گا، جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے امتیازات محو نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک انسان دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکے گا اور نہ اخوت و حریّت و مساوات کے عظیم

الفاظ شرمندۂ معنی ہوں گے۔

(آل انڈیا ریڈیو کے نام سالِ نو کا پیغام، یکم جنوری 1938ء)

افلاسِ علم

عہدِ حاضرہ کے عام مسلمان تاریخِ اسلام سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

(تقریظ حریّت اسلام)

زمانہ بدلتا ہے

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ انسانوں کے طبائع، ان کے افکار اور ان کے نقطہ ہائے نگاہ بھی زمانہ کے ساتھ ہی بدلتے چلے جاتے ہیں، لہٰذا تہواروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے استفادے کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔

(محفلِ میلاد النبیؐ، ایک تقریر آثارِ اقبالؒ)

نسلی نظریہ

نسلی نظریہ موجودہ تہذیب کا بدنُما داغ ہے۔ ایشیا کے لیے یہ سوال خطرناک نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔ اسلام نے اسی مسئلہ کو حل کیا ہے۔ ایشیائی ملک تباہ حالی سے بچنا چاہتے ہیں تو ایک ہی راستہ ہے کہ اسلامی نظریوں کو اپنالیں اور نسلی امتیازات کو مٹا کر انسانیت کے عام مفاد کو ملحوظ رکھیں۔

(بیان 16 / مئی 1933ء حرفِ اقبالؒ)

تین مخصوص طاقتیں

اولاً: علما جو ہمیشہ اسلام کے لیے ایک عظیم قُوّت کا سرچشمہ رہے ہیں، لیکن صدیوں کے مرور کے بعد یعنی زوالِ بغداد کے زمانے سے قدامت پرست ہو گئے ہیں اور اجتہاد کی مخالفت کرنے لگے۔ وہابی تحریک اس جمود کے خلاف ایک بغاوت تھی جس نے انیسویں صدی کے

مُصلحینِ اسلام کی حوصلہ افزائی کی۔

ثانیاً: تصوّف جو مسلمانوں میں رواج پا چکا ہے۔ اس نے بتدریج لیکن غیر محسوس طریقے پر مسلمانوں کی قوتِ ارادی کو کم زور کیا ہے۔

تیسری طاقت جس نے مسلمانوں کو تاراج کیا مسلمان بادشاہوں کی ملوکیت ہے۔

(بجواب نہرو)

وحدتِ اسلامی کا تنزل

سیاسی نقطۂ نظر سے وحدتِ اسلامی اس وقت متزلزل ہوتی ہے، جب اسلامی ریاستیں ایک دوسرے سے جنگ کرتی ہیں اور مذہبی نقطۂ نظر سے اس وقت جب مسلمان بنیادی عقائد یا ارکانِ شریعت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ اسی ابدی وحدت کی خاطر اسلام اپنے دائرے میں کسی باغی جماعت کو روا نہیں رکھتا۔ (بجواب نہرو)

اسلام اور قومیت

جن ممالک میں مسلمان اکثریت میں ہیں، اسلام قومیت سے ہم آہنگی پیدا کر لیتا ہے، کیوں کہ وہاں اسلام اور قومیت عملاً ایک ہی چیز ہیں۔

جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں مسلمانوں کی یہ کوشش کہ ایک تہذیبی وحدت کی حیثیت سے خود مختاری حاصل کی جائے، حق بجانب ہے۔

(بجواب نہرو)

اسلامی ملکوں میں

تقریباً تمام ممالک میں اس وقت مسلمان یا تو اپنی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں یا قوانین اسلامیہ پر غور و فکر کر رہے ہیں (ایران و افغانستان کے سوا) لیکن زمانۂ حال کے اسلامی فقہا یا تو

زمانے کے میلانِ طبیعت سے بالکل بے خبر ہیں یا قدامت پرستی میں مبتلا ہیں۔

(سالک، ذکر اقبالؒ)

پنجاب اور اسلام

ہندوستان کے کسی صوبہ میں اسلامی تاریخ، الٰہیات، فقہ اور تصوف سے لاعلمی کی بدولت اتنا فائدہ نہیں اٹھایا گیا، جتنا پنجاب میں۔

(بیان 10 / دسمبر 1937ء حرفِ اقبالؒ)

عوام کی ضرورتیں

بحیثیتِ مجموعی عوام کی ضروریات کسی فردِ واحد کی ضروریات سے کہیں اہم ہوتی ہیں۔

ایک شخص اور اس کی ضروریات ختم ہو جاتی ہیں لیکن عوام اور ان کی ضرورتیں ہمیشہ باقی رہتی ہیں۔

(بیان 10 / دسمبر 1937ء حرفِ اقبالؒ)

ترک عرب اتحاد

مشرقِ قریب کے اسلامی ملکوں کی سیاسی وحدت اور اس کا استحکام عربوں اور ترکوں کے فوری اور مکرر اتحاد ہی سے عمل میں آ سکتا ہے۔

(بیان 27 / جولائی 1937ء حرفِ اقبالؒ)

اہم فرض

اس وقت مسلمانوں کا سب سے اہم فرض جہالت اور اقتصادی پستی کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

(بیان 24 / اگست 1932ء حرفِ اقبالؒ)

جنگ

فرمایا: "جوع الارض کے لیے جنگ کرنا حرام ہے، علیٰ ہذا دین کی اشاعت کے لیے تلوار

اٹھانا بھی حرام ہے۔قرآن کی رو سے جنگ کی دو صورتیں ہیں: محافظانہ (مدافعانہ) اور مصلحانہ، پہلی صورت میں جب مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے، دوسری صورت جس کو سمیوئیل ہور نے جمیعۃ اقوام کے اجلاس میں ...... (Collective Security) کہا تھا۔

جب تک اقوام کی خودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی ہے۔ (سالک، ذکرِ اقبالؒ)

قومی طاقت

قومی طاقت کو غیر ضروری باتوں پر ضائع نہیں کرنا چاہیے، بلکہ مناسب ترین مواقع پر کام میں لانے کے لیے محفوظ رکھنا چاہیے۔ (بیان 4 / جولائی 1932ء حرفِ اقبالؒ)

حکومت کا فرض

فرمایا: ''حکومت کا سب سے بڑا فرض افراد کے اخلاق کی حفاظت ہے۔لیکن آج کل حکومتیں صرف لوگوں کے سیاسی خیالات ورجحانات کی نگرانی واحتساب کرتی ہیں''۔

(خواجہ عبدالوحید، ملفوظات)

تعلیم یافتہ

میر امدتُ العمر کا مطالعہ اور مشاہدہ مجھے یقین دلا چکا ہے کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمان بالکل بے کار ہیں۔یہ مستحق التفات ہی نہیں۔

فرمایا: ''قرنِ متوسط کا ڈکٹیٹر بن جاؤں تو اس گروہ کو ہلاک کردوں''۔

(خواجہ عبدالوحید، ملفوظات)

اہم ضرورت

ضرورت ہے کہ ساری قوم کی موجودہ ذہنیت کو یکسر بدل دیا جائے۔

(خطبۂ صدارت، مسلم کانفرنس فروری 1932ء)

مُستقبل اندیشی

ہم بوڑھوں کے لیے شرم کا مقام ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کو اُن اقتصادی' سیاسی، بلکہ مذہبی بحرانوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ بنا سکے جو زمانہ حاضر میں انہیں پیش آنے والے ہیں۔

(خطبہ صدارت، مسلم کانفرنس، فروری 1932ء)

ثقافتِ اسلامیہ

ثقافتِ اسلامیہ ایشیا کی تمام ثقافتوں سے کم عُمر ہے۔

(انوارِ اقبالؒ، صفحہ 251)

معرکۂ دین ووطن

نظریہ وطنیت ایک معنی میں وہی حیثیت رکھتا ہے، جو قادیانی افکار میں انکارِ ختمیت کے نظریہ کی ہے۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں)

وحدتِ انسانی

وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے' جو رنگ ونسل وزبان سے بالاتر ہے۔

(سالِ نو کا پیغام 1937ء حرفِ اقبالؒ)

گُمراہی

مصیبت کی طرح گمراہی بھی تنہا نہیں آتی۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں)

اسرائیل

فلسطین پر یہودیوں کا کوئی حق نہیں۔ یہودیوں نے اس ملک کو عربوں کے فلسطین پر قبضہ

سے بہت دیر پہلے رضامندانہ طور پر خیر باد کہہ دیا تھا۔ یہ محض قضیۂ فلسطین ہی نہیں بلکہ ایک مسئلہ ہے، جس کا شدید اثر تمام دنیائے اسلام پر ہوگا۔

(مس فارقوہرسن کے نام خط)

بُزرگانِ سلف

زمانۂ حال کے مسلمانوں کی نجات اسی میں ہے کہ بزرگانِ سلف کے حیرت ناک تذکروں کو زندہ کیا جائے۔

(فوق کے نام خط' انوارِ اقبالؒ مرتبہ بشیر احمد ڈار' صفحہ 64)

سیاسی غلامی

ہندوستان کی سیاسی غُلامی تمام ایشیا کے لیے لامتناہی مصائب کا سرچشمہ ہے۔ اس نے مشرق کی روح کو کچل ڈالا ہے اور اظہارِ ذات کی اس مسرت سے محروم کردیا ہے جس کی بدولت کبھی اس نے ایک بلند اور شاندار تمدن پیدا ہوا تھا۔

(تلخیص خطبۂ الٰہ آباد' 29/ دسمبر 1930ء)

اسرائیل

ایشیا کے دروازہ پر ایک مغربی فوجی اڈے کی تعمیر اسلام اور ہندوستان دونوں کے لیے ایک خطرہ ہے۔

(قائد اعظمؒ کے نام' 17/ اکتوبر 1927ء)

یہودیوں کا قومی وطن

فلسطین میں یہود کے لیے ایک قومی وطن کا قیام محض ایک حیلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ برطانوی امپیریلزم مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ میں اپنی مستقل سیادت قائم رکھنے کے لیے ایک مقام کا متلاشی ہے۔

(بیان، 27/ جولائی 1937ء' حرفِ اقبالؒ)

مغرب کے خلاف بغاوت

ایشیائی قومیں لازماً اس استفادی اقتصادیات کے خلاف بغاوت کریں گی، جو مغرب نے مشرق پر جاری کر رکھی ہے۔

(تلخیص خطبہ آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور 21 / مارچ 1932ء)

عجمیّت

میری رائے میں عجمیت ایشیا کے مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہوئی ہے۔ اس وقت اس باطل کے خلاف جہاد کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ عجمیت کا اثر مذہب لٹریچر اور عام زندگی پر غالب ہے۔ شاید عربوں اور افغانوں کے سوا تمام اقوام اسلامیہ اس زہر سے خطرناک طور پر متاثر ہو چکی ہے۔ شعرائے عرب سے میری مراد شعرائے زمانہ جاہلیت اور شعرائے زمانہ بنو اُمیہ ہیں۔ عباسیوں کے عہد میں عجمیت، عرب کے لٹریچر پر غالب آ گئی تھی اور اس زمانے کی شاعری کا مطالعہ کچھ زیادہ مفید نہیں۔ خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو ایک لٹریری آئیڈیل کی تلاش میں ہیں۔

(خط بنام ڈاکٹر سیّد یامین ہاشمی، انوار اقبالؒ، مرتبہ بشیر احمد ڈار، صفحہ 93-192)

ایک عجیب خیال

انگریزوں اور ہندوؤں کو علاحدہ مسلم ریاست کی تجویز سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے اس زندہ اور جان دار طبقے کی بدولت جس نے دولتِ برطانیہ کی ناانصافیوں کے باوجود فوج اور پولیس میں شریک ہو کر انگریزوں کو اس قابل بنایا ہے کہ وہ اس ملک پر حکومت قائم رکھیں۔

(تلخیص خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ، الہ آباد، دسمبر 1930ء صفحہ 38-39)

قوم، ملّت، اُمّت

اقوام کی جاذب ملّت ہے یا اُمّت، وہ خود اقوام میں جذب نہیں ہو سکتی ہیں۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں)

قومی تاریخ

قومی تاریخ حیاتِ ملیہ کے لیے بمنزلہ قوّتِ حافظہ کے ہے۔

(دیباچہ رموزِ بے خودی اشاعت اوّل، 1918ء)

اسلامی ریاست

ہندوستان اور روس کے درمیان ایک اور اسلامی ریاست کے قیام سے بالشویزم مادہ پرستی، دہریت اور لادینی کے خطرات اگر وسط ایشیا سے نہ مٹے تو کم از کم ہندوستان کی سرحدوں سے اور زیادہ دور ہو جائیں گے۔

(بیان 16 / مئی 1932ء حرفِ اقبالؒ)

اسلام اور رُوس

روس کے مزاج کی موجودہ منفی حالت غیر مُعیّنہ عرصہ تک نہیں رہے گی۔ اس لیے کہ کسی سوسائٹی کا انتظام دہریّت کی بنیاد پر دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر بالشویزم میں خدا کی ہستی کا اقرار شامل کر دیا جائے تو بالشویزم اسلام سے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ میں متعجب نہ ہوں گا اگر کسی زمانے میں اسلام روس پر چھا جائے یا روس اسلام پر۔

(سر فرانسس ینگ ہسبنڈ کے نام خط، حرفِ اقبالؒ 30 / جولائی 1935ء)

وہابی تحریک

وہابی تحریک کو جدید اسلام میں زندگی کی پہلی تڑپ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

(بہ جواب نہرو، بہ ضمن قادیانیت)

لُوتھر کا احتجاج

مسلمان نوجوان نے اس امر پر مطلق غور نہیں کیا کہ وہ کون سے اسباب تھے، جن کے ماتحت مغرب کے سیاسی افکار نے نشوونما پائی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ سرزمین مغرب میں مسیحیت کا وجود محض ایک رُہبانی نظام کی حیثیت رکھتا تھا۔ لُوتھر کا احتجاج دراصل اس کلیسائی استبداد کے خلاف تھا اور وہ اس میں حق بجانب تھا۔

(تلخیص خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ' 1930ء)

نظریۂ وطنیت

(۱)

مجھ کو یُورپین مصنفوں کی تحریروں سے ابتدا ہی یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی تھی کہ یُورپ کی ملُوکانہ اغراض اس امر کی متقاضی ہیں کہ اسلام کی وحدتِ دینی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی حربہ نہیں کہ اسلامی ممالک میں فرنگی نظریۂ وطنیت کی اشاعت کی جائے۔ چناں چہ ان کی یہ تدبیر جنگِ عظیم اوّل میں کامیاب ہوگئی تھی۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں 9/ مارچ 1938ء)

(۲)

وطن جغرافیائی مفہوم میں ایک طبیعی امر ہے اور اس حیثیت میں اسلام سے متصادم نہیں ہوتا، لیکن جب سیاسی تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو اسلام سے متصادم ہو جاتا ہے۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں)

معرکۂ دین و وطن

قدیم زمانہ میں دین قومی تھا، جیسے مصریوں، یونانیوں اور ہندیوں کا، بعد میں نسلی قرار پایا، جیسے یہودیوں کا، مسیحیت نے یہ تعلیم دی کہ دین انفرادی اور پرائیویٹ ہے، جس سے بد

بحث یورپ میں یہ بحث پیدا ہوگئی کہ دین چوں کہ پرائیوٹ عقائد کا نام ہے، لہٰذا انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ضامن صرف "سٹیٹ" ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے، نہ نسلی، نہ انفرادی، نہ پرائیویٹ، بلکہ خالص انسانی ہے اور اس کا مقصد تمام فطری امتیازات کے باوجود عالم بشریت کو متحد و منظم کرنا ہے۔ ایسا دستور العمل صرف معتقدات پر مبنی ہوسکتا ہے۔ یہی ایک طریق ہے، جس سے عالم انسانی کی جذباتی زندگی اور اس کے افکار میں یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا ہوسکتی ہے جو ایک اُمت کی تشکیل اور بقا کے لیے ضروری ہے۔ کیا خُوب کہا ہے مولانا رومی نے:

ہم دلی از ہم زبانی بہتر است

اس سے علاحدہ رہ کر جو اور راہ اختیار کی جائے وہ راہ لادینی کی ہوگی اور شرف انسانی کے خلاف۔

(۲)

اگر مسلمان اس فریب میں مبتلا ہیں کہ دین اور وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے یکجا رہ سکتے ہیں، تو میں مسلمانوں کو بروقت انتباہ کرتا ہوں کہ اس راہ کا آخری مرحلہ اوّل تو لادینی ہوگا اور اگر لادینی نہیں تو اِسلام کو محض ایک اخلاقی نظریہ سمجھ کر اس کے اجتماعی نظام سے بے پروائی۔

مسلمانوں کی حقیقی اساس توحید و ختم نبوت کے عقیدہ پر ہے۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں 9 / مارچ 1938ء)

مُلّائیت

ملّائیت، علما ہمیشہ اسلام کے لیے ایک قوّتِ عظیم کا سرچشمہ رہے ہیں، لیکن صدیوں کے مرور کے بعد خاص کر زوالِ بغداد کے زمانہ سے، وہ بے حد قدامت پرست بن گئے اور

آزادی، اجتہاد (یعنی قانونی امور میں آزاد رائے قائم کرنا) کی مخالفت کرنے لگے۔ وہابی تحریک جو انیسویں صدی کے مصلحین کے لیے حوصلہ افزا تھی، درحقیقت ایک بغاوت تھی، علما کے اسی جمود کے خلاف۔

انیسویں صدی کے مصلحینِ اسلام کا پہلا مقصد یہ تھا کہ عقائد کی جدید تفسیر کی جائے اور بڑھتے ہوئے تجربہ کی روشنی میں قانون کی جدید تعبیر کرنے کی آزادی حاصل کی جائے۔

طرزِ حکومت

الیگزینڈر پوپ کہتا ہے: ''طرزِ حکومت کے بارے میں عموماً احمق ہی جھگڑا کرتے ہیں''۔ مگر میں اس سے متفق نہیں ہوں میرے نزدیک حکومت اور طرزِ حکومت عوام کے کردار کی تشکیل میں فیصلہ کن رول ادا کرتے ہیں۔ سیاسی قوت کے چھن جانے سے قوموں کے کردار تباہ ہوجایا کرتے ہیں۔ جیسے ہندوستان کے مسلمانوں کا سیاسی زوال شروع ہوا ہے، ان کا اخلاقی انحطاط بڑھتا ہی چلا گیا۔ ہندوستان کے مسلمان غالباً دنیا بھر کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔ میں یہاں اپنی عظمتِ رفتہ کا ماتم نہیں کررہا کیوں کہ جہاں تک قوموں کی قسمتوں کے بننے اور بگڑنے کا سوال ہے میں اس معاملہ میں تقدیر پرست ہوں اور سمجھتا ہوں کہ یہ قوتیں انسانی دسترس سے باہر ہیں۔

بحیثیت ایک سیاسی قوت کے اب غالباً ہماری کوئی وقعت نہیں رہی، لیکن میرا ایمان ہے کہ ہمارا وجود اس لحاظ سے دنیا کے لیے ناگزیر ہے کہ ہم اس زمین پر خدائے واحد کی آخری حجت ہیں، لہٰذا اقوامِ عالم میں ہماری اہمیت ایک شاہدِ عادل کی سی ہے۔

(افکارِ پریشاں)
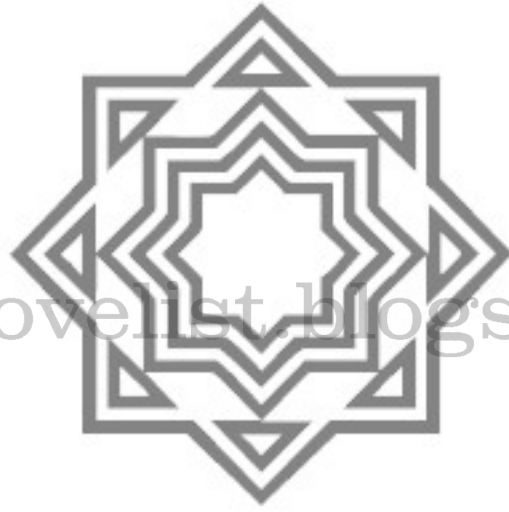
قادیانیت

قادیانی اسلام کے غدار ہیں

ختمِ نبوت

ختم نبوت اسلام کا ایک نہایت اہم اور بنیادی تصور ہے۔

اسلام میں نبوت چوں کہ اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی، لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہوگیا۔ اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان سہاروں پر زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اس کے شعورِ ذات کی تکمیل ہوگی تو یوں ہی کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اگر دینی پیشوائی کو تسلیم نہیں کیا یا موروثی بادشاہت کو جائز نہیں رکھا' یا بار بار عقل اور تجربے پر زور دیا، عالمِ فطرت اور عالمِ تاریخ کو علم انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا تو اس لیے کہ ان سب کے اندر یہی نکتہ مُضمر ہے۔ یہ سب تصورات خاتمیت ہی کے مختلف پہلو ہیں۔ ہم نے ختم نبوت کو مان لیا تو گویا یہ عقیدہ بھی مان لیا کہ اب کسی شخص کو اس دعوے کا حق نہیں پہنچتا کہ اس کے علم کا تعلق چوں کہ کسی مافوق سرچشمے سے ہے، لہٰذا ہمیں اس کی اطاعت لازم آتی ہے۔ خاتمیت کا تصور ایک طرح کی نفسیاتی قوت ہے، جس سے اس قسم کے دعووں کا قلع قمع ہوجاتا ہے۔

(پانچواں خطبہ، تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ، صفحہ 95-193)

ختمِ نبوت

اور باتوں کے علاوہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ روحانی زندگی میں جس کے انکار کی سزا جہنم ہے، ذاتی سند ختم ہوچکی ہے۔ (لائٹ کے جواب میں)

ختمِ نبوت کا تخیل

انسانیت کی تمدنی تاریخ میں غالباً ختم نبوت کا تخیل سب سے انوکھا ہے۔ اس کا صحیح اندازہ

مغرب اور ایشیا کے موبدانہ تمدن کی تاریخ کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ موبدانہ تمدن میں زرتشتی، یہودی، نصرانی اور صابی تمام مذاہب شامل ہیں۔

(قادیانیت اور اسلام، بہ جواب نہرو)

اسلام کا غدار

دینیاتی نقطہ نظر سے اس نظریے کو ہم یوں بیان کر سکتے ہیں۔ اسلام کی اجتماعی اور سیاسی تنظیم میں محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں، جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو۔ جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔

(ایضاً)

قادیانیت کا مقابلہ

علمائے ہند نے قادیانیت کو ایک دینی تحریک تصور کیا اور دینیاتی حربوں سے اس کا مقابلہ کرنے نکل آئے۔ میرا خیال ہے اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ طریقہ موزوں نہیں۔ 1799ء سے ہندوستان میں اسلامی دینیات کی جو تاریخ رہی ہے، اس کی روشنی میں احمدیت کے اصل محرکات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ دنیائے اسلام کی تاریخ میں 1799ء کا سال بے حد اہم سال ہے۔ اسی سال ٹیپو سلطانؒ کو شکست ہوئی۔ اسی سال جنگ نورینو ہوئی جس میں ترکی کا بیڑا تباہ ہوگیا اور ایشیا میں اسلام کا انحطاط انتہا کو پہنچ گیا۔

(بہ جواب نہرو)

شہنشاہیت کے پیدا کردہ مسائل

اسلام میں خلافت کا تصور ایک مذہبی ادارے کو مستلزم ہے۔ ہندوستانی مسلمان اور وہ مسلمان

جو ترکی سلطنت سے باہر ہیں، ترکی خلافت سے کیا تعلق رکھتے ہیں؟ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ اسلام میں نظریۂ جہاد کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ اولی الامر سے مراد کیا ہے؟ مہدی کی آمد سے متعلقہ احادیث کی معنوی نوعیت کیا ہے؟ یہ اور اس قبیل کے دوسرے سوالات جو بعد میں پیدا ہوئے، ان کا تعلق بداہتہً مسلمانانِ ہندوستان سے تھا۔ مغربی شہنشاہیت کو، جو اس وقت اسلامی دنیا پر تسلط حاصل کر رہی تھی، ان سوالات سے گہری دل چسپی تھی۔ ان سوالات سے جو مناقشات پیدا ہوئے وہ اسلامی ہند کی تاریخ کا ایک باب ہیں۔ یہ حکایت دراز ہے اور ایک طاقت ور قلم کی منتظر ہے۔

(قادیانیت اور اسلام)

قادیانیت

مسلمان عوام کو صرف ایک چیز قطعی طور پر متاثر کر سکتی ہے اور وہ ربانی سند ہے۔ احمدیت نے اس الہامی بنیاد کو فراہم کیا اور اس طرح جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے، برطانوی شہنشاہیت کی سب سے بڑی خدمت ہے، جو اس نے سرانجام دی ہے۔

(ایضاً)

استدلال اور سند

جو ممالک تمدن کی ابتدائی منزلوں میں ہوں، وہاں استدلال سے زیادہ سند کا اثر ہوتا ہے۔ پنجاب میں مبہم دیہاتی عقائد کا فرسودہ جال اس سادہ لوح دہقان کو آسانی سے مسخر کر لیتا ہے جو صدیوں سے ظلم و ستم کا شکار ہے۔ مسلمانوں کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں احمدیت کا وظیفہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کی تائید میں الہامی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

(بہ جواب نہرو)

قادیانی

فرمایا: ''قادیانی تحریک نے مسلمانوں کے ملّی استحکام کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ اگر استیصال نہ کیا گیا تو آئندہ شدید نقصان پہنچے گا۔''

(عبدالرشید طارق، ملفوظات)

احمدیّت کے اداکار

تمام ایکٹر جنہوں نے احمدیّت کے ڈرامے میں حصہ لیا ہے، وہ زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔

(بہ جواب نہرو)

سیاسی بول چال

ہمیں قادیانیوں کے رویے اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کی حکمت عملیوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علاحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں، تو پھر سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل ہونے کے لیے کیوں مضطرب ہیں؟

علاحدگی کا مطالبہ

ملّتِ اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علاحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علاحدگی میں دیر کر رہی ہے کیوں کہ ابھی وہ (قادیانی) اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔

(سٹیٹس مین کے نام خط 10 / جون 1935ء)

یک رنگی

پنڈت نہرو اور قادیانی دونوں مختلف وجوہ کی بنا پر مسلمانانِ ہند کے مذہبی اور سیاسی استحکام کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

(پنڈت جواہر لعل کے مضامین مطبوعہ ماڈرن ریویو کا جواب)

ہندوستانی پیغمبر

قادیانی جماعت کا مقصد پیغمبرِ عرب کی اُمت سے ہندوستانی پیغمبر کی اُمت تیار کرنا ہے۔

(پنڈت جواہر لعل کے مضامین مطبوعہ ماڈرن ریویو کا جواب)

رواداری

الحاد، کم زوری اور رواداری بسا اوقات خودکشی کے مترادف ہو جاتے ہیں۔

بقول گبن ایک رواداری فلسفی کی ہوتی ہے، جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر صحیح ہیں۔ ایک رواداری مورخ کی ہے، جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر غلط ہیں۔ ایک رواداری مدبّر کی ہے، جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر مفید ہیں۔ ایک رواداری ایسے شخص کی ہے، جو ہر قسم کے فکر و عمل سے بے تعلق ہوتا ہے۔ ایک رواداری کم زور آدمی کی ہے جو محض کم زوری کی وجہ سے ہر قسم کی ذلّت اپنی محبوب اشیا و اشخاص کے متعلق سہتا ہے۔

(پنڈت جواہر لعل کے مضامین مطبوعہ ماڈرن ریویو کا جواب)

عجمی اصطلاحیں

اسلامی ایران میں موبدانہ اثر کے تحت ملحدانہ تحریکیں اٹھیں۔ انہوں نے بروز، حلول، ظل

وغیرہ اصطلاحات وضع کیں، تاکہ نتائج کے تصور کو چھپا سکیں ۔ ان اصطلاحات کا وضع کرنا اس لیے بھی لازم تھا کہ مسلمانوں کے قلوب کو ناگوار نہ ہو۔

مسیح موعود کی اصطلاح بھی اسلامی نہیں، اجنبی ہے ۔ یہ اصطلاح ہمیں دورِ اوّل کے تاریخی اور مذہبی ادب میں نہیں ملتی۔

(ایضاً)

قادیانیت اور بہائیت

بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے، کیوں کہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن موخر الذکر (قادیانیت) اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہر طور پر قائم رکھتی ہے، لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے۔

اس کے ضمیر میں یہودیت کے عناصر ہیں، گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف راجع ہے۔

(قادیانیت اور اسلام)

قادیانیت

قادیانیوں کے لیے صرف دو ہی راہیں ہیں ۔ یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں اور الگ ہو جائیں یا ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اصل اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہو تا کہ انھیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔

(ایضاً)

مرزا غلام احمد قادیانی

آخر عمر میں قریباً ہر صحبت میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر آجاتا تھا۔ ایک دفعہ فرمایا: سلطان ٹیپو کے جہادِ حریت سے انگریزوں نے اندازہ کیا کہ مسئلہ جہاد ان کی حکومت کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے۔ جب تک شریعتِ اسلام سے اس مسئلہ کو خارج نہ کیا جائے، ان کا مستقبل محفوظ نہیں۔ چناں چہ مختلف ممالک کے علما کو آلۂ کار بنانا شروع کیا۔ اسی طرح ہندوستانی علما سے بھی فتاویٰ حاصل کیے لیکن تنسیخِ جہاد کے لیے اُن علما کو ناکافی سمجھ کر ایک جدید نبوت کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا بنیادی موقف ہی یہ ہو کہ اقوامِ اسلامیہ میں تنسیخ جہاد کی تبلیغ کی جائے۔ احمدیت کا حقیقی سبب اسی ضرورت کا احساس تھا۔'' ایک روز فرمایا: ''ایسے فتاویٰ کی نقول تلاش کرو، ممکن ہے مولوی ثناء اللہ امرتسری سے ان کا سراغ مل جائے''۔ مولوی صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے سرسیّد کتب خانہ علی گڑھ کی طرف راہنمائی کی۔ حضرت علامہ نے سید ریاست علی ندوی کو لکھا اور اس کام کے لیے آمادہ کیا۔ فرمایا: قرآن کے بعد نبوت اور وحی کا دعویٰ تمام انبیائے کرامؑ کی توہین ہے۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو کبھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔ **ختمیت** کی دیوار میں سوراخ کرنا تمام نظامِ دینیات کو درہم برہم کردینے کے مترادف ہے۔ قادیانی فرقہ کا وجود عالمِ اسلامی، عقائدِ اسلام، شرافتِ انبیا، خاتمیتِ محمد ﷺ اور کاملیتِ قرآن کے لیے قطعاً مضر و منافی ہے۔

(عرشی، ملفوظات)

سٹے باز

ہندوستان میں کوئی مذہبی سٹے باز اپنی اغراض کی خاطر ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے۔

(بہ جواب نہرو)

غلط رواداری

کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے (اس ضمن میں رواداری ایک مہمل اصطلاح ہے) اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو، خواہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو؟

(قادیانیت اور اسلام، بہ جواب نہرو)

اجتماعی خطرہ

اگر حکومت کے لیے یہ گروہ مفید ہے تو وہ اس کی خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے لیکن اس جماعت کے لیے اسے نظر انداز کرنا مشکل ہے جس کا اجتماعی وجود اس کے باعث خطرہ میں ہے۔

(ایضاً)

دوسرے فرقے

مسلمانوں کے دوسرے فرقے کوئی الگ بنیاد قائم نہیں کرتے۔ وہ بنیادی مسائل میں متفق ہیں۔ ایک دوسرے پر الحاد کا فتویٰ جڑنے کے باوجود وہ اساسات پر یک رائے ہیں۔

(ایضاً)

مذہب سے بیزاری

(اس تماش کے) مذہبی مدعیوں کی حوصلہ افزائی کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ لوگ مذہب سے بیزار ہونے لگتے ہیں اور بالآخر مذہب کے اہم عنصر کو اپنی زندگی سے خارج کر دیتے ہیں۔

(ایضاً)

علاحدہ جماعت

حکومت کے لیے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے بھی عین مطابق ہوگا۔ مسلمان ان سے ویسی ہی روا داری برتیں گے جیسی باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتے ہیں۔

(ایضاً)

نام نہاد تعلیم یافتہ

نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختمِ نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا۔ مغربیّت کی ہوا نے انہیں حفظِ نفس کے جذبے سے عاری کر دیا ہے لیکن عام مسلمان جو ان کے نزدیک ملاّ زدہ ہے، اس تحریک کے مقابلہ میں حفظِ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔

(ایضاً)

قادیانی

یہ تحریک (قادیانی) اسلام کے ضوابط کو برقرار رکھتی ہے لیکن اس قوتِ ارادی کو فنا کر دیتی ہے جس کو اسلام مضبوط کرنا چاہتا ہے۔

(بہ جواب نہرو)

مذہبی سرحدوں کی حفاظت

رواداری کی تلقین کرنے والے اس شخص پر عدم رواداری کا الزام لگانے میں غلطی کرتے ہیں جو اپنے مذہب کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(ایضاً)

اِفتراق

اسلام ایسی کسی تحریک کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا جو اس کی موجودہ وحدت کے لیے خطرہ اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے لیے مزید افتراق کا باعث ہو۔

(ایضاً)

خطرہ

مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہیں جو ان کی وحدت کے لیے خطرناک ہوں۔ چناں چہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنائی نبوت پر رکھے اور اس کے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو بزعم خود کافر قرار دے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لیے ایک خطرہ تصور کرتے ہیں۔ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔

(ایضاً)

رواداری

کم زور آدمی کی رواداری، اخلاقی قدروں سے مُعرا ہوتی ہے۔

(پنڈت نہرو کے جواب میں)

اسلامی ریاست کا فرض

جب کوئی شخص ایسے ملحدانہ نظریوں کو رواج دیتا ہے جس سے نظامِ اجتماعی خطرہ میں پڑ جاتا ہے تو ایک آزاد اسلامی ریاست پر اُس کا انسداد لازم ہو جاتا ہے۔

(پنڈت نہرو کے جواب میں)

لفظ کفر کے استعمال

لفظ کفر کے غیر محتاط استعمال کو آج کل کے مسلمان جو مسلمانوں کے دینیاتی مناقشات کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں، ملّتِ اسلامیہ کے اجتماعی و سیاسی انتشار کی علامت تصور کرتے ہیں۔ یہ ایک بالکل غلط تصور ہے۔ اسلامی دنیا کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فروعی مسائل کے اختلاف میں ایک دوسرے پر الحاد کا الزام لگانا، انتشار کا باعث ہونے کی بجائے دینیاتی تفکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔

(پنڈت نہرو کے جواب میں)

مُحی الدین ابن عربی

اگر شیخ محی الدین ابن عربی کو اپنے کشف میں نظر آ جاتا کہ صوفیانہ نفسیات کی آڑ میں کوئی ہندوستانی ختمِ نبوت سے انکار کر دے گا تو یقیناً وہ علمائے ہند سے پہلے مسلمانانِ عالم کو ایسے غدارِ اسلام سے متنبہ کر دیتے۔

(بہ جواب نہرو)

کٹھ پتلیاں

ان لوگوں کی قوتِ ارادی پر ذرا غور کرو جنھیں الہام کی بنیاد پر تلقین کی جاتی ہے کہ اپنے سیاسی

ماحول کو اثر سمجھو۔ پس میرے خیال میں وہ تمام ایکٹر جنھوں نے احمدیت کے ڈرامے میں حصہ لیا ہے، زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔ ایران میں بھی اسی قسم کا ایک ڈراما کھیلا گیا تھا لیکن اس سے نہ تو وہ سیاسی الجھاؤ پیدا ہوئے جو احمدیت نے اسلام کے لیے ہندوستان میں کیے ہیں اور نہ ان کا امکان تھا۔

(بہ جواب نہرو)

بروز کا مسئلہ

جہاں تک مجھے معلوم ہے، بروز کا مسئلہ عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے اور اصل اس کی آرین ہے۔ میری رائے میں اس مسئلہ کی تاریخی تحقیق قادیانیت کا خاتمہ کرنے کے لیے کافی ہے۔

(پروفیسر محمد الیاس برنی کے نام مکتوب)

محررہ 27 مئی 1937ء

قادیانی

علامہ موسیٰ جار اللہ نے اس مصرع کی وضاحت چاہی:

ایں ز حج بیگانہ کرد آں از جہاد

فرمایا: بہاء اللہ ایرانی اور غلام احمد قادیانی۔

میرزا غلام احمد کے مخترع مذہب، اس کے اسباب و علل اور نتائج بد کی تفصیل بیان کی۔ اسی سال قادیانیت کے متعلق پہلا بیان دیا، پیر کا دن تھا اور مئی کی چھ تاریخ۔

(عبد الرشید طارق، ملفوظات)

ختمِ نبوت

ختم نبوت کے معنی یہ ہے کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاء نبوت کے موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا تھا۔

(علامہ اقبالؒ کا خط بنام نذیر نیازی، مطبوعہ طلوع اسلام، اکتوبر 1935 'انوار اقبالؒ' مرتبہ بشیر احمد ڈار، صفحہ 46,45 اصل عکس)

قادیانی

خضر تمیمی اور غلام مصطفیٰ تبسم حاضر ہوئے۔ علامہ نے آں ز ایراں تو دو ایں ہندی نژاد...... کی شرح کرتے ہوئے غلام احمد قادیانی کا ذکر کیا اور فرمایا: "اس کی شخصیت نفسیاتی مطالعہ کے لیے بہت موزوں ہے۔ عرض کیا، آپ سے بڑھ کر کون تجزیۂ نفسی کر سکتا ہے۔

فرمایا: "خرابیِ صحت مانع ہے۔ کوئی نوجوان آمادہ ہو تو میں راہنمائی کر سکتا ہوں۔"

پھر اُن نقصانات کو گنوایا جو قادیانیت کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں برداشت کرنے پڑے ہیں۔

فرمایا: "قادیانیت اسلام کی تیرہ سو سال کی علمی اور دینی ترقی کے منافی ہے"۔

(ملفوظات)

ختمِ نبوّت

فرمایا: ''اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم'' (قرآن کریم: سورۃ المائدہ: 3:5) کے بعد اجرائے نبوت کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ قادیانی اسلاف کی تحریروں کو محرف کردیتے ہیں۔''

(خضر تمیمی، ملفوظات)

قادیانیت

قادیانی نظریہ ایک جدید نبوت کے اختراع سے قادیانی افکار کو ایک ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ اس سے نبوتِ محمدیہؐ کے کامل و اکمل ہونے سے انکار کی راہ نکلتی ہے۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں)

وطنیت و قادیانیت

بظاہر نظریۂ وطنیت سیاسی نظریہ ہے اور انکار خاتمیت الٰہیات کا مسئلہ ہے لیکن ان دونوں میں ایک گہرا معنوی تعلق ہے جس کی توضیح اس وقت ہوگی جب کوئی دقیق النظر مسلمان مؤرخ، ہندی مسلمانوں بالخصوص ان کے بعض بہ ظاہر مستعد فرقوں کے دینی افکار کی تاریخ مرتب کرے گا۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں 9 مارچ 1938ء)

قادیانیت

قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انھوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے، خود حکومت کا فرض ہے کہ قادیانیوں اور

مسلمانوں کے بنیادی اختلاف کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی قدم اٹھائے (یعنی مسلمانوں سے انھیں الگ کر دے) اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں۔

(سٹیٹس مین کے نام خط، مطبوعہ 10 / جون 1935ء)

اسلام کے غدار

لاہور

21 / جون 1935ء

میرے محترم پنڈت جواہر لعل!

آپ کے خط کا' جو مجھے کل ملا، بہت بہت شکریہ! جب میں نے آپ کے مقالات کا جواب لکھا' تب مجھے اس بات کا یقین تھا کہ احمدیوں کی سیاسی روش کا آپ کو کوئی اندازہ نہیں ہے۔ دراصل جس خیال نے خاص طور پر مجھے آپ کے مقالات کا جواب لکھنے پر آمادہ کیا' وہ یہ تھا کہ میں دکھاؤں، علی الخصوص آپ کو کہ مسلمانوں کی یہ وفاداری کیوں کر پیدا ہوئی اور بالآخر کیوں کر اُس نے اپنے لیے احمدیت میں ایک الہامی بنیاد پائی۔ جب میرا مقالہ شائع ہو چکا، تب بڑی حیرت و استعجاب کے ساتھ مجھے یہ معلوم ہوا کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو بھی اُن تاریخی اسباب کا کوئی تصور نہیں جنھوں نے احمدیت کی تعلیمات کو ایک خاص قالب میں ڈھالا۔ مزید برآں پنجاب اور دوسری جگہوں میں آپ کے مقالات پڑھ کر آپ کے مسلمان عقیدت مند خاصے پریشان ہوئے۔ ان کو یہ خیال گزرا کہ احمدی تحریک سے آپ کو ہمدردی ہے اور یہ اس سبب سے ہوا کہ آپ کے مقالات نے احمدیوں میں مسرت وانبساط کی ایک لہر سی دوڑا دی۔ آپ کی نسبت اس غلط فہمی کے پھیلانے کا ذمہ

دار بڑی حد تک احمدی پریس تھا۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ میرا تاثر غلط ثابت ہوا۔ مجھ کو خود "دینیات" سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے مگر احمدیوں سے خود انھی کے دائرۂ فکر میں نپٹنے کی غرض سے مجھے بھی "دینیات" سے کسی قدر جی بہلانا پڑا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے یہ مقالہ اسلام اور ہندوستان کے ساتھ بہترین نیتوں اور نیک ترین ارادوں میں ڈوب کر لکھا۔ میں اس باب میں کوئی شک وشبہ اپنے دل میں نہیں رکھتا کہ یہ احمدی، اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔

لاہور میں آپ سے ملنے کا جو موقع میں نے کھویا، اس کا سخت افسوس ہے۔ میں ان دنوں بہت بیمار تھا اور اپنے کمرے سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ مسلسل اور پیہم علالت کے سبب میں عملاً عزلت گزیں ہوں اور تنہائی کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ آپ مجھے ضرور مطلع فرمائیں کہ آپ پھر کب پنجاب تشریف لا رہے ہیں؟ شہری آزادیوں کی انجمن کے بارے میں آپ کی جو تجویز ہے، اس سے متعلق میرا خط آپ کو ملا یا نہیں؟ چوں کہ آپ اپنے خط میں اس خط کی رسید نہیں لکھتے، اس لیے مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ یہ خط آپ کو ملا ہی نہیں۔

آپ کا مخلص ...... محمد اقبالؒ

(مندرجہ بالا خط مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی کی کتاب "کچھ پرانے خط" حصۂ اوّل، مرتبہ جواہر لعل نہرو، مترجمہ عبدالمجید الحریری ایم اے، ایل ایل بی صفحہ 293 سے نقل کیا گیا۔)

مآخذ

۱۔اقبالؒ نامہ حصہ اوّل و دوم	مجموعہ مکاتیب اقبالؒ مرتبہ شیخ عطا اللہ (ایم اے)
۲۔حرفِ اقبالؒ	مجموعہ تقاریر، بیانات، خطبات مرتبہ لطیف احمد شروانی (ایم اے)
۳۔خطباتِ اقبالؒ	مرتبہ رضیہ فرحت بانو
۴۔ذکرِ اقبالؒ	عبد المجید سالک
۵۔مکتوباتِ اقبالؒ	نذیر نیازی
۶۔روحِ اقبالؒ	ڈاکٹر یوسف حسین خان
۷۔روزگارِ فقیر (جلد اوّل و دوم)	فقیر وحید الدین
۸۔انوارِ اقبالؒ	مرتبہ بشیر احمد ڈار
۹۔حیاتِ اقبالؒ	مرتبہ (تاج کمپنی لاہور)
۱۰۔اقبالؒ کے چند جواہر پارے	مرتبہ پروفیسر خواجہ عبد المجید
۱۱۔BY Jawahar Lal Nehru	A Bunch of Old Letters
۱۲۔تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ	سیّد نذیر نیازی
۱۳۔فکرِ اقبالؒ	خلیفہ عبد الحکیم
۱۴۔سیرتِ اقبالؒ	محمد طاہر فاروقی
۱۵۔اقبالِ کامل	مولانا عبد السلام ندوی

۱۶۔مقاماتِ اقبالؒ — ڈاکٹر سید عبداللہ

۱۷۔اقبالؒ نئی تشکیل — عزیز احمد

۱۸۔ملفوظاتِ اقبالؒ — محمود نظامی

۱۹۔مکاتیبِ اقبالؒ — بنام خان نیاز الدین خاں

۲۰۔مقالاتِ اقبالؒ — سید عبدالواحد معینی

۲۱۔Studies In Iqbal — مؤلفہ سید عبدالواحد

۲۲۔تصوراتِ اقبالؒ — مرتب: شاغل فخری

۲۳۔اقبال کا سیاسی کارنامہ — محمد احمد خان

۲۴۔اقبالؒ پر ایک نظر — مرتبہ: محمد شاہ (ایم اے)

۲۵۔اقبالؒ کی شاعری — عبدالمالک اُروی

۲۶۔مقالاتِ یومِ اقبالؒ — مرتبہ: انٹر کالجیٹ، مسلم برادرہڈ

۲۷۔آثارِ اقبالؒ — مرتبہ: غلام دستگیر رشید

رسائل و جرائد

(۱) نیرنگِ خیال (اقبال نمبر)

(۲) شیرازہ (اقبال نمبر)

(۳) ستارۂ صبح (مولانا ظفر علی خاں)

(۴) روزنامہ زمیندار

(۵) اقبالؒ ریویو

(۶) علامہ اقبالؒ کے نوٹس

(۷) حمایتِ اسلام

(۸) علامہ اقبالؒ کے نوٹس

مرتبہ میاں محمد شفیع ایم اے (م ش) لاہور

(۹) رسالہ اردو (اقبال نمبر) اکتوبر 1938ء